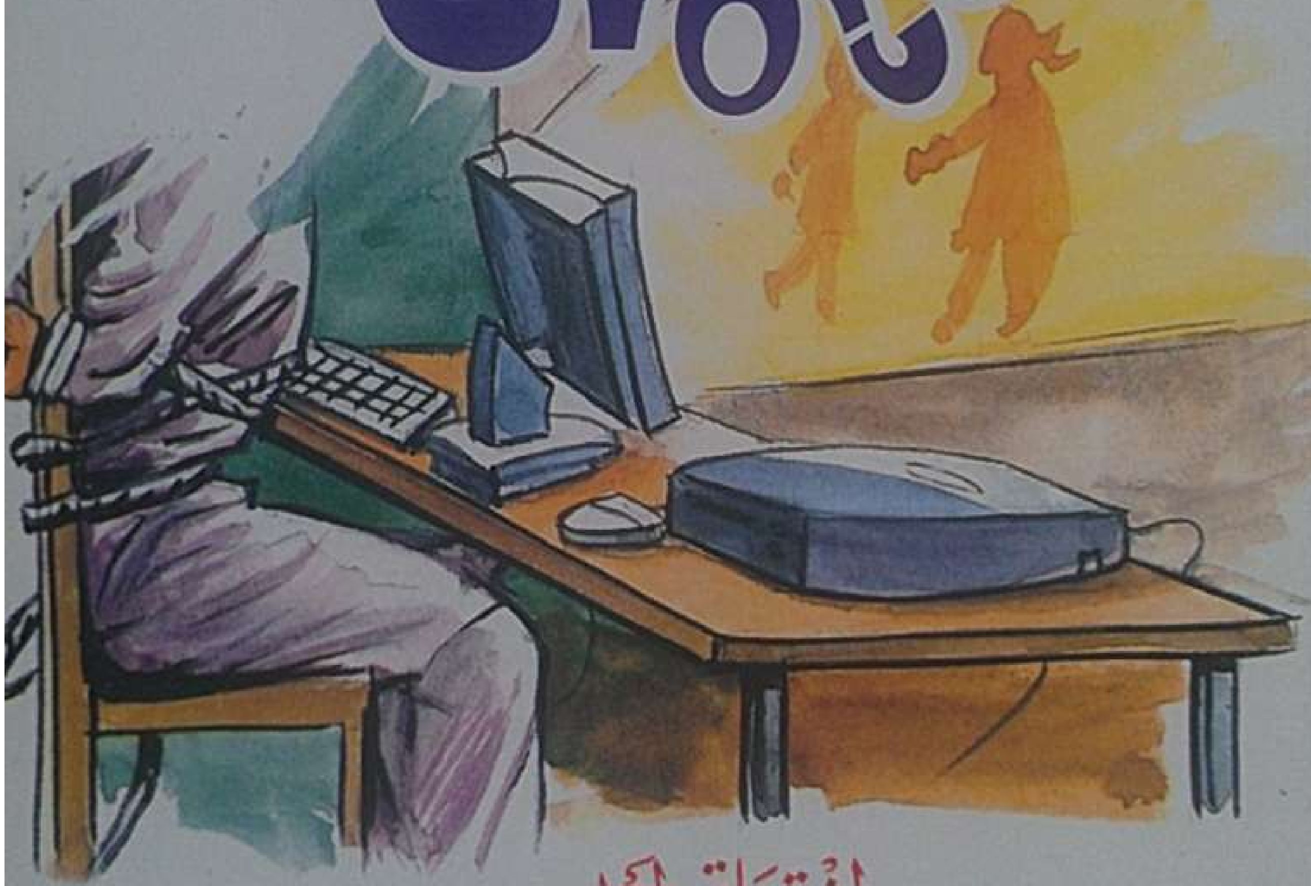
بچوں کے لیے دل چسپ اور سنسنی خیز 4 ناولٹ

پراسرار مہمان



اشتیاقِ احمد

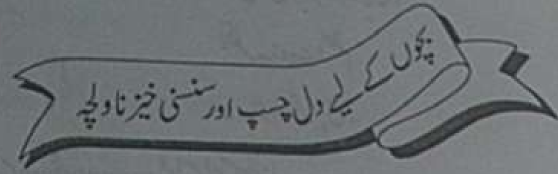
مُدیر "بچوں کا اسلام"

مکتبہ ذوق وشوق، کراچی۔

+92 42 371 123 56

+92 312 264 5540

90



پُراسرار مہمان

اشتیاق احمد

مدیر "بچوں کا اسلام"

از: ....

برائے: ....

پتہ: ....

بشکریہ بیت العلم

اردو بازار، کراچی۔

کتاب کا نام:............ پُراسرار مہمان

تاریخ اشاعت:............ جمادی الثانی ۱۴۳۴ھ بمطابق مارچ ۲۰۱۳ء

ڈیزائننگ:............ سید محمد ناصر

اسٹاکسٹ

مکتبہ بیت العلم

ملنے کے دیگر پتے

پنجاب

فون: +92-42-37224228

فون: +92-42-37228196

فون: +92-41-4544965

فون: +92-51-5771798

سندھ

فون: +92-21-5623850

فون: +92-22-3640875

بلوچستان

فون: +92-81-662263

نوٹ: یہ کتاب اب آپ ادارۃ السعید سے بذریعہ VP بھی منگوا سکتے ہیں۔

برائے سیلز و مارکیٹنگ: 92-323-2528181،+92-312-3647578،+92-312-2645540،+92-21-32726508

لاہور: +92-321-4361131،+92-315-4472693،+92-42-37112256

انوکھا کارڈ

دونوں رات کی تاریکی میں اس مکان کا جائزہ لے رہے تھے...... مکان روشنی میں نہایا ہوا تھا اور وہ خود ایک تاریک کونے میں دُبکے ہوئے تھے۔

"کیا خیال ہے؟" ایک دبی آواز میں بولا۔

"نیک...... بل کہ بہت نیک۔ اندھیرے میں بھی اس کے سفید دانت صاف نظر آ رہے تھے۔"

"یہاں دعوت ہے پرسوں...... وہ بھی رات بارہ بجے؟"

"اس سے زیادہ مناسب وقت اور کوئی نہیں ہو سکتا۔"

"بس تو پھر...... ہمیں اور کیا چاہیے...... دلہن کی طرح سجی اس عمارت سے ہمیں خوب زیورات مل جائیں گے...... بل کہ میں تو کہتا ہوں کہ ہمیں ایک بڑا تھیلا ساتھ لانا چاہیے...... ایسا نہ ہو...... زیورات بچ جائیں اور ہمارے پاس جگہ نہ ہو۔"

"ٹھیک ہے..... لیکن دعوت میں شرکت کے لیے کارڈ لازمی ہے..... گھر کے مالک نے یہ جملہ کارڈوں پر لکھوایا ہوگا، کارڈ ساتھ لانا نہ بھولیں..... آج کل ایسا لکھوایا جاتا ہے۔"

"بل کہ میں نے تو سنا ہے..... کارڈ دروازے پر ہی چیک کیے جائیں گے۔"

"اور ہمارے پاس کارڈ نہیں ہیں۔"

"استاد کی مدد لے لیتے ہیں..... ایسے کام وہ چٹکی بجاتے کرا دیتا ہے۔"

"بالکل ٹھیک..... وہ ایسے کاموں کا ماہر ہے..... دعوت کے دو کارڈ حاصل کر لینا اس کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہوگا۔"

"لیکن اس طرح ہمیں اُسے اچھا بھلا معاوضہ دینا ہوگا۔"

"مجبوری ہے، ہمارے پاس کارڈ نہیں ہوں گے تو اندر داخلے کا مسئلہ پیش آجائے گا..... کارڈ ہوں گے تو ہم باعزت طریقے سے اندر داخل ہوں گے اور دوسروں کی نظروں میں بھی نہیں آئیں گے....."

"ٹھیک ہے، آؤ چلیں..... گھر پہنچ کر استاد کو فون کرتے ہیں۔"

دونوں گھر آگئے، اب استاد کے نمبر ملائے گئے..... سلسلہ ملنے پر ایک نے کہا:

"استاد.....! حکیم جالینوس بات کر رہا ہوں۔" اس نے اپنا فرضی نام بتایا۔

"سمجھ گیا..... کہو، کیا بات ہے؟"

"ایک کوٹھی میں کام کرنا چاہتے ہیں..... دو عدد دعوتی کارڈوں کی ضرورت ہے۔"

"نام پتا بتاؤ.....۔"

"سیٹھ خاور بیگ مہندی والا۔"

"نن..... نہیں.....۔" استاد کی آواز کانپ گئی۔

"کیا ہوا استاد..... آپ کی آواز میں کپکپاہٹ، یہ تو عجیب بات ہوگئی۔ پہلے تو کبھی ایسا نہیں ہوا۔"

"اس خیال کو دماغوں سے نکال دو..... سیٹھ خاور بیگ کی کوٹھی پر ہاتھ صاف کرنا موت کو دعوت دینا ہے..... میں اس کا مشورہ نہیں دے سکتا..... وہ بہت خطرناک ہے، اس کے انتظامات انتہائی ہولناک ہوتے ہیں..... تمھاری کیا، وہاں تو مجھ جیسوں کی دال نہیں گل سکتی..... میرے پیارو!"

"لیکن استاد..... زیورات کا پورا ایک بیگ ہاتھ آسکتا ہے..... اس پر بھی غور کرو۔"

"نہیں، بل کہ جیل ہاتھ آئے گی..... تم نہیں جانتے۔"

"ہمیں نہ روکو استاد! زیورات کا بیگ ہمیں پکار رہا ہے۔"

"بے وقوفو! زیورات کا بیگ نہیں...... جیل کی سلاخیں تمھیں پکار رہی ہیں...... اب بھی وقت ہے...... اس ارادے سے باز آجاؤ۔"

"نہیں استاد......۔ اب کچھ بھی ہو جائے...... ہم وہاں کا خیال دل سے نہیں نکال سکتے۔"

"تمھاری مرضی...... میں نے تمھیں اچھی طرح سمجھا دیا ہے...... جاؤ، سڑو جیل میں...... مجھے کیا۔"

"ٹھیک ہے استاد!...... ہم سڑلیں گے...... ہم زیورات کے تھیلے کا خیال دل سے نہیں نکال سکتے...... اب چاہے کچھ بھی ہو جائے۔"

"اوکے......! دو عدد دعوتی کارڈوں کی فیس مال کا تیسرا حصّہ۔" استاد بولا۔

"یہ...... یہ بہت زیادہ ہے استاد!"

"اچھا چوتھا حصّہ!"

"یہ بھی بہت زیادہ ہے استاد!"

"سیٹھ خاور بیگ کوئی عام آدمی نہیں ہے...... اس کی دعوت کے دو کارڈوں کا حاصل کرنا کوئی خالہ جی کا گھر نہیں...... جان جوکھوں کا کام ہے...... تمھیں سودا منظور ہو تو کارڈ مل جائیں گے...... ورنہ تم کوئی اور انتظام کر سکتے ہو...... اس بات کی

ضمانت دیتا ہوں کہ راز راز رہے گا، چاہے تم مجھ سے کام لو یا نہ لو۔ تم جانتے ہو، میں خود کہیں کوئی واردات نہیں کرتا...... میں تو بس تم جیسے لوگوں کے کام آ کر اپنا حصّہ وصول کرتا ہوں۔"

"بہت بہتر، چوتھا حصّہ مل جائے گا...... دو کارڈوں کا بندوبست کر دو۔"

"میں آج ہی اپنا ایک آدمی کسی ایسے شخص کے پیچھے لگا دیتا ہوں، جسے دعوت میں شریک ہونا ہے...... یا جیسے بھی ممکن ہوگا...... کارڈ بہر حال تمھیں مل جائیں گے......"

"بہت بہت شکریہ۔"

......☆......

دوسرے دن کارڈ انھیں مل گئے۔ وہ بہت خوش ہوئے۔ انھوں نے دعوت میں شامل ہونے کے لیے بہترین لباس کرائے پر لیے...... ایک بیگ کا انتظام بھی کیا۔ بیگ بہت مضبوط تھا اور اس پر زپ وغیرہ بھی لگی ہوئی تھی...... دعوت سے پہلے انھوں نے سیٹھ خاور بیگ کی کوٹھی کے کئی چکر لگائے۔ آمدورفت کے دروازوں کا غور سے جائزہ لیا...... فرار ہونے کا راستہ طے کیا...... اپنی کرائے کی کار کھڑی کرنے کی جگہ منتخب کی...... غرض دعوت کا وقت آنے سے پہلے پہلے انھوں نے تمام تیاریاں مکمل کر لیں۔ طریقۂ واردات بھی طے کر لیا گیا...... انھیں عین وقت پر پورے مجمع پر پستول تانے تھے...... پھر ایک پستول تانے رہتا اور دوسرا زیورات

بیگ میں جمع کرتا......اس کے بعد اسے پوری کوٹھی کی لائٹ آف کرنا تھی......لوگوں کو اندھیرے میں چھوڑ کر خود وہاں سے پچھلے راستے سے نکل آنا تھا...... یہاں ان کی کرائے کی گاڑی تیار کھڑی ہوگی...... بس وہ اس میں بیٹھ کر ہوا ہو جائیں گے......اور اس طرح سونے کے زیورات کا بیگ ان کا ہو جائے گا......

......☆......

آخر دعوت کا دن آ پہنچا...... انھوں نے اپنا زرق برق، دولت مندوں جیسا لباس پہنا۔ کرائے کی کار میں بیٹھے اور سیٹھ خاور بیگ کی طرف روانہ ہو گئے......

وہاں چار باوردی اور مسلح پہرے دار کھڑے تھے، باوقار لباس والا ایک ملازم کارڈ دیکھ کر مہمانوں کو اندر جانے کا راستہ دے رہا تھا...... جب وہ اس کے نزدیک پہنچے ......تو ان کے دل دھڑکنے لگے......انھیں اس بات پر حیرت ہوئی کہ ان کے دل کیوں دھڑک رہے ہیں......اب تو انھیں جرائم کے راستے پر چلتے ایک عمر گزر گئی تھی......وہ تو اپنے کام کے حد درجے ماہر تھے اور ان کے دل کبھی نہیں دھڑکے تھے......پھر آج کیا بات تھی...... وہ سمجھ نہ سکے......اسی وقت انھوں نے سنا...... ایک باوقار آدمی کہہ رہا تھا:

"جی جناب! آپ کے کارڈ......"

انھوں نے کارڈ دکھا دیے......

"ایک منٹ جناب ...... یہ آپ کی جیب میں کوئی وزنی چیز محسوس ہو رہی ہے......کیا میں جان سکتا ہوں، یہ کیا ہے؟"

"موبائل ہے۔" جالینوس نے کہا۔

"کیا بڑے سائز کا موبائل ہے......؟ مہربانی فرما کر نکال کر دکھا دیں۔"

جالینوس نے جیب میں ہاتھ ڈالا...... اس کا ہاتھ باہر نکلا تو اس میں موبائل تھا......اور اب جیب میں اور کچھ محسوس نہیں ہو رہا تھا۔ پھر بھی ملازم نے جیب کو ٹٹول کر دیکھا۔ پھر موبائل اسے واپس کرتے ہوئے بولا:

"معذرت......آپ جا سکتے ہیں۔"

"کوئی بات نہیں۔" جالینوس نے مصنوعی مسکراہٹ چہرے پر لاتے ہوئے کہا اور دونوں اندر کی طرف بڑھ گئے۔

"یار ارسطو!...... مجھے تو گڑبڑ لگتی ہے۔" جالینوس نے دبی آواز میں کہا۔

"کوئی گڑبڑ نہیں ہے...... میں چیک کر چکا ہوں......اس نے اور بھی کئی آدمیوں کو چیک کیا ہے......ہدایات ہوں گی اسے......"

"لیکن میرا دل دھڑک رہا ہے......ارے باپ رے باپ......وہ دیکھو...... پیچھے دروازے کی طرف، پولیس انسپکٹر کامران خان چلے آ رہے ہیں...... اُف مالک...... اس شخص کی نظریں تو عقابی ہیں...... ارسطو! میری مانو...... آج کا

پروگرام کینسل کردو۔"

"کیا تم...... سونے کے زیورات سے بھرا تھیلا بھول گئے ہو؟"

"ہاں! اس لیے کہ جیل کی موٹی موٹی سلاخیں مجھے صاف نظر آ رہی ہیں...... ارے! چلتے رہو، رکو نہیں...... انسپکٹر نے ہمارے چہروں کی طرف دیکھ لیا تو ضرور شک میں پڑ جائیں گے۔"

"تم بلاوجہ ڈر رہے ہو جالینوس...... انھوں نے تو آج تک ہمیں دیکھا بھی نہیں۔"

"لیکن آج یہ ہمیں ضرور دیکھ لیں گے...... اگر ہم پہلے نکل نہ گئے...... آؤ جلدی کرو...... ہمیں پچھلے دروازے کی طرف جانا ہے...... باغ کے دوسری طرف۔"

"گویا تم...... واقعی جا رہے ہو...... سونے کے زیورات چھوڑ کر؟"

"ہاں بالکل...... اگر تم نہیں جانا چاہتے تو تمھاری مرضی...... تمھاری آسانی کے لیے میں کار کو وہیں چھوڑ جاؤں گا...... ورنہ تم فرار کیسے ہوگے...... ویسے تم اکیلے واردات کر سکو گے؟" اس نے سوالیہ انداز میں پوچھا۔

"نن نہیں...... شاید نہیں۔" وہ ہکلایا۔

"تو پھر آؤ...... ابھی کچھ نہیں گیا۔"

وہ آگے بڑھے ہی تھے کہ انسپکٹر کامران خان ان کے بالکل نزدیک پہنچ گئے اور پاس سے گزرنے لگے...... لیکن اسی وقت ان کے قدم رک گئے اور نظریں اُن

دونوں کے چہروں پر جم گئیں۔

"معاف کیجیے گا...... مجھے یہاں حفاظت کے پیش نظر بلایا گیا ہے...... سیٹھ خاور بیگ کو کوئی گم نام فون موصول ہوا ہے...... فون کرنے والے نے کہا ہے، آج کی اس شان دار دعوت میں کوئی واردات ہونے کا خدشہ ہے...... اب میرا فرض بنتا ہے کہ میں یہاں کوئی گڑبڑ نہ ہونے دوں...... کیا خیال ہے آپ کا اس بارے میں۔" یہاں تک کہہ کر انسپکٹر کامران خان خاموش ہو گئے۔

"آپ نے بالکل درست فرمایا...... اب آپ ہم سے کیا چاہتے ہیں......؟ کیا ہم آپ کو چور اُچکے نظر آتے ہیں۔"

"میری ڈیوٹی بھی عجیب ہے...... اور وہ یہ ہے کہ میں سب کو شک کی نظر سے دیکھوں...... لیکن بغیر ٹھوس بات کے کسی کو پریشان بھی نہ کروں...... میں آپ دونوں کو پریشان نہیں کرنا چاہتا...... لیکن ساتھ ہی آپ سے ایک درخواست بھی کرنا چاہتا ہوں۔" وہ ایک بار پھر خاموش ہو گئے۔

"کیسی درخواست؟"

"یہ کہ آپ خود ہی تلاشی دے دیں۔"

"جی شوق سے لے لیں...... لیکن آپ خود سوچیں......" ارسطو نے کہا اور بات درمیان میں چھوڑ کر اس کی طرف دیکھنے لگا۔

"ہاں......! کہیے، میں کیا سوچوں؟"

"جب آپ سب کے سامنے ہماری تلاشی لیں گے تو کیا ہم دونوں کی سب مہمانوں کی نظروں میں کیا حیثیت رہ جائے گی۔"

"جی ہاں......! لیکن اس کا حل یہ ہے کہ آپ دونوں ٹہلنے کے انداز میں کسی گوشے میں چلے جائیں، میں خود ہی آپ تک پہنچ جاؤں گا......اور تلاشی لے لوں گا۔"

"ٹھیک ہے......یہ بہت مناسب رہے گا۔"

"آپ نے اپنے نام نہیں بتائے۔"

"محمد شریف اور سلطان احمد۔"

"تشریف لے جائیں......میں ایک، دو منٹ بعد آپ تک پہنچوں گا۔"

دونوں آگے بڑھ گئے ان کا رُخ اس سمت میں تھا، جس طرف سے انھیں فرار ہونا تھا۔

"اب اگر ہم فرار ہوتے ہیں تو انسپکٹر کامران خان جان لیں گے کہ ہم یہاں گڑبڑ کے ارادے سے آئے تھے......لہٰذا ہم تلاشی دیے بغیر نہیں جائیں گے۔"

"بالکل ٹھیک......لیکن وہ غلطی نہ کرنا......جو کامران خان ہم سے کرانا چاہتا ہے۔"

"ٹھیک ہے......تم فکر نہ کرو......میں سمجھتا ہوں۔"

دونوں پچھلے باغ کی ایک بنچ پر جا بیٹھے......آخر دو منٹ بعد انسپکٹر کامران خان ان کے پاس پہنچ گئے اور بولے۔

"میں معافی چاہتا ہوں......آپ کو بلا وجہ زحمت دی......اب مجھے آپ پر کوئی شک نہیں ہے۔"

"جی......یہ کیا بات ہوئی؟"

"اگر آپ کے پاس کوئی پستول وغیرہ ہوتا تو آپ یہاں پہنچتے ہی اس کو ادھر اُدھر پھینک دیتے......لیکن میں درخت کے پیچھے چھپ کر آپ دونوں کا بغور جائزہ لیتا رہا ہوں......آپ نے کسی قسم کی کوئی حرکت نہیں کی......لہٰذا آپ دعوت میں شرکت کر سکتے ہیں......ایک بار پھر معذرت۔"

"کوئی بات نہیں......یہ تو آپ کا فرض ہے۔" جالینوس نے مُسکرا کر کہا۔

اور وہ جانے کے لیے مُڑ گئے......دونوں انھیں جاتے ہوئے دیکھتے رہے......یہاں تک کہ وہ مہمانوں کی بھیڑ میں گم ہو گئے۔

"اب موقع ہے دوست......نکل چلو!" جالینوس بولا۔

"ٹھیک ہے۔"

دونوں اُٹھے اور غیر محسوس طور پر پچھلے دروازے کی طرف چل پڑے......اس دروازے کا جائزہ وہ ایک دن پہلے لے چکے تھے......دروازے کے بالکل ساتھ ایک چھوٹا سا کمرہ تھا......اس کا دروازہ کھلا تھا......اندر کوئی تھا......وہ کوئی کتاب پڑھ رہا تھا......اس کی آواز ان کے کانوں میں آئی......لیکن الفاظ سمجھ میں نہ

آسکے...... باہر نکلنے سے پہلے ان کا جی چاہا...... وہ سُن تو لیں...... یہ شخص کیا پڑھ رہا ہے......؟ اگر یہ سیٹھ خاور کا ملازم ہے تو اُسے بھی دعوت کے سلسلے میں اُدھر مصروف ہونا چاہیے، اس اُلجھن کی بنا پر وہ اس کمرے کی کھڑکی کے پاس رُک گئے...... یہ کھڑکی دروازے کے بالکل ساتھ تھی...... اور اس دروازے سے نکلتے ہی دوسری طرف سڑک تھی، سڑک سے نیچے اُتاری ہوئی ان کی کار موجود تھی...... یوں بھی انسپکٹر کامران خان ان کی طرف سے اپنا اطمینان کر چکے تھے...... جوں ہی وہ کھڑکی سے جا لگے...... ان کے کانوں میں قرآن پاک کی آیات کی آواز آنے لگی...... وہ ہل کر رہ گئے...... ایک طویل زمانے بعد ان کے کانوں میں اللہ تعالیٰ کا کلام پہنچ رہا تھا۔

بچپن میں وہ ایک مدرسے میں پڑھتے تھے، قاری صاحب انھیں قرآن پاک پڑھایا کرتے تھے...... قرآن پاک کے ساتھ ساتھ وہ انھیں اچھی اچھی باتیں بھی بتاتے رہتے تھے...... لیکن پھر ان کے والدین ایک حادثے میں انتقال کر گئے...... کوئی ان کی نگرانی کرنے والا نہ رہا...... ایک دن کسی بات پر مدرسے کے اُستاد نے انھیں معمولی سزا دی...... بس ضد کی وجہ سے اس دن کے بعد سے وہ مدرسے نہیں گئے...... بھیجتا کون؟...... ماں باپ تو تھے نہیں...... اس کے بعد کچھ لوگوں نے چکر چلا کر ان کے چھوٹے سے گھر پر بھی قبضہ کر لیا...... پہلے اس بہانے سے ان کے ساتھ رہنے لگے کہ ان کی پرورش کریں گے...... دیکھ بھال کریں گے...... لیکن کچھ مدت کے بعد انھیں گھر سے نکال باہر کیا...... اس طرح وہ غلط

ہاتھوں میں پہنچ گئے...... استاد جیسے لوگ ان سے کام لینے لگے...... نتیجہ یہ کہ کئی بار جیل بھی گئے۔

آخر بڑے ہو گئے...... آج اتنی مدت کے بعد اللہ تعالیٰ کا کلام ان کے کانوں میں پڑا تھا...... ان کے قدم جم سے گئے، اُٹھ ہی نہ سکے...... انھیں یوں محسوس ہوا جیسے وہ مدتوں کے پیاسے تھے اور آج کسی نے ان کی پیاس بجھا دی ہے...... انھوں نے ہمت کر کے اندر دیکھا...... ایک نابینا بوڑھا تلاوت کر رہا تھا...... اس کی آواز میں درد تھا...... سوز تھا، قرآن کے الفاظ تو کیا سمجھتے...... لیکن اس کی آواز کا سوز ان کے دل کو تڑپا گیا۔ انھوں نے اندازہ لگایا کہ یہ بوڑھا کوٹھی کے کسی ملازم کا باپ ہے...... وہ ہمت کر کے اندر چلے گئے...... بوڑھے نے ان کی موجودگی فوراً محسوس کر لی...... تلاوت روک کر وہ بولا:

"کون......؟"

"راستہ بھولے ہوئے دو آدمی۔"

"راستہ بھول کر آئے ہو...... آؤ...... بیٹھو۔"

"آپ کی آواز میں بہت درد ہے...... ہم آپ کی تلاوت سننے لگ گئے تھے۔"

"اچھا اچھا...... خوشی ہوئی...... بیٹھو بیٹا......! میں نے تو ابھی نماز بھی نہیں پڑھی...... پڑھتا بھی کیسے...... وضو کے لیے پانی نہیں ہے...... میرا بیٹا عباس آج

ادھر بہت مصروف ہے، شام سے آ ہی نہیں سکا...... کیا تم تھوڑا سا پانی لا دو گے......؟ نل باہر ہے...... لیکن مجھے اندازہ نہیں کہ کہاں ہے...... میں چند دن پہلے ہی گاؤں سے آیا ہوں نا...... بس میرا بیٹا عباس لے آیا، کہہ رہا تھا...... کچھ دن تو مجھے بھی خدمت کا موقع ملنا چاہیے۔"

"ہاں کیوں نہیں...... ابھی پانی لا دیتے ہیں۔"

پھر انھوں نے دیکھا...... اس نابینا نے ان کے سامنے وضو کیا، اس کے بعد عشا کی نماز ادا کی...... وہ بیٹھے دیکھتے رہے...... گویا وہاں سے نکل جانے کا خیال تک ان کے ذہنوں سے نکل گیا تھا...... انسپکٹر کامران خان کا خوف بھی جاتا رہا تھا...... آخر بوڑھے نے نماز مکمل کر لی...... ایسے میں جالینوس نے کہا:

"بابا جی! کچھ اور تلاوت سنائیں......۔ آپ کی آواز میں تلاوت بہت مزہ دے رہی تھی۔"

"اچھا بیٹا۔"

اس نے پھر تلاوت شروع کر دی...... کافی دیر بعد کوئی دروازے میں داخل ہوا...... وہ دونوں بری طرح چونکے...... اندر ایک نوجوان داخل ہوا تھا، اس کے جسم پر ملازمین جیسا لباس تھا اور ہاتھوں میں کھانے کی ٹرے تھی...... یہ عباس تھا جو اپنے والد کا کھانا لایا تھا۔

بوڑھے کی تلاوت رک گئی...... اس نے سوالیہ نظروں سے دروازے کی طرف سر اٹھایا۔

"آپ کا کھانا بابا...... !اور یہ کون لوگ ہیں؟"

"یہ میرے مہمان ہیں...... یہ بھی میرے ساتھ کھالیں گے۔"

"ان کے جسموں پر تو بہت شان دار لباس ہے...... ایسا لگتا ہے...... جیسے یہ دعوت میں شریک ہیں۔"

"ہم دعوت میں شرکت کرنے ہی آئے تھے...... لیکن تقدیر ہمیں یہاں لے آئی...... آپ کے بابا کی تلاوت سن رہے تھے۔"

"جیسے آپ چاہیں...... اگر میرے بابا کے ساتھ کھانا پسند کریں تو یہاں اور کھانا لا دیتا ہوں۔"

"اس کی ضرورت نہیں......۔"

"اچھی بات ہے۔"

نوجوان چلا گیا تو وہ اٹھ کھڑے ہوئے......:

"اچھا بابا...... آپ کا شکریہ۔"

"ارے ارے...... کھانا تو کھا کر جاؤ بھئی!"

"جی ہمیں ذرا جلدی ہے...... آپ کا شکریہ۔"

اور وہ اس کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر باہر نکل آئے...... اسی وقت ان کے کانوں میں سیٹھ خاور بیگ کی آواز آئی...... وہ اسپیکر پر اپنے مہمانوں سے مخاطب تھے...... ان کی آواز اس جگہ بھی بالکل صاف آ رہی تھی...... وہ چلتے چلتے ایک بار پھر رُک گئے، سیٹھ خاور کہہ رہے تھے......:

"میرے پیارو...... میرے دوستو! میں آپ سب کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ لوگوں نے اس دعوت میں شرکت کی اور میری عزت افزائی کی، اس دعوت میں آپ لوگوں نے جس محبت سے شرکت کی، اس کا خوش گوار احساس مجھے ہمیشہ رہے گا...... میں نے سوچا ہے کہ اب ہر سال میرے ہاں اس قسم کی ایک دعوت ہوا کرے گی اور آپ لوگ اس میں شرکت کیا کریں گے...... او کے...... تو آئیے...... اب شروع کرتے ہیں کھانا۔"

اس کے ساتھ ہی آواز آنا بند ہو گئی...... اب وہ پچھلے دروازے سے باہر نکل کر اپنی کار تک آئے اور پھر ان کی سٹی گم ہو گئی۔ ان کی کار سے ٹیک لگائے انسپکٹر کامران خان کھڑے تھے......!!

"بہت خوب! تو میرا اندازہ درست نکلا۔"

انسپکٹر کامران خان کی آواز نے ان کے جسموں میں سنسنی پیدا کر دی...... جالینوس نے خود پر قابو پا کر آواز کو پرسکون بنانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"جی کیا مطلب......؟ ہم سمجھے نہیں۔"

"سمجھ جاؤ گے...... مجھے سمجھانا آتا ہے...... خیال رہے، تم دونوں اس وقت میرے پستول کی زد میں ہو...... اور میرا نشانہ بہت پختہ ہے...... آج تک کبھی خالی نہیں گیا......"

اب انھوں نے دیکھا...... ان کے ہاتھ میں واقعی پستول تھا۔

"آپ کیا کہنا چاہتے ہیں جناب؟"

"تم دونوں کو میں پہلے کہیں دیکھ چکا ہوں...... کوٹھی کے اندر داخلے کے وقت تم کچھ پریشان تھے...... میں نے پریشانی کے بادل تمھارے چہروں پر صاف دیکھے تھے...... جب کہ تم ایک شان دار دعوت میں شرکت کے لیے آ رہے تھے، تمھیں تو بہت خوش نظر آنا چاہیے تھا...... لیکن خوشی کی جگہ تمھارے چہروں پر اُلجھن تھی...... مجھ سے بات کرتے ہوئے تم نے کوشش کی کہ آواز کو پُرسکون رکھ سکو، لیکن ہلکی سی کپکپاہٹ چھپی نہ رہ سکی...... بس میں نے تم پر کڑی نظر رکھی...... اگرچہ تمھیں یہ بات محسوس نہیں ہو سکی...... اور اس کی وجہ یہ ہے کہ میں نے نظر رکھنے کا کام خود نہیں کیا، بل کہ اپنے ایک ماتحت کی ڈیوٹی لگا دی کہ تم دونوں پر نظر رکھے...... پھر تم باغ کے پچھلی طرف گئے...... وہاں ایک ملازم کا کمرہ ہے...... تم نے کچھ وقت وہاں گزارا اور دعوت کھائے بغیر چلے آئے...... آخر کیوں......؟ میں تم سے اس سوال کا

جواب چاہتا ہوں...... تم مجھے مطمئن کرو...... یعنی میرے سوال کا جواب دے
کر...... پھر ہی میں تمھیں جانے دوں گا۔"

یہاں تک کہہ کر انسپکٹر کامران خان خاموش ہو گئے، اور ان کی طرف دیکھنے
لگے۔ اس وقت ان کی جو حالت تھی...... وہ کچھ وہی جانتے تھے، ان کے دماغ
سائیں سائیں کر رہے تھے...... جب کئی لمحے گزر گئے اور انھوں نے منہ سے کچھ
بھی نہ کہا تو انسپکٹر کامران خان ہی بولے:

"جواب تو تمھیں دینا ہوگا...... ورنہ میں تمھیں ساتھ لے جاؤں گا...... جہاں تم
حوالات میں رہو گے...... وہاں بھی ہم تم سے اس سوال کا جواب پوچھیں گے کہ......
تم کیا ارادہ لے کر یہاں آئے تھے...... ویسے تو ایک اور سیدھا سادا طریقہ ہے
میرے پاس۔"

"وہ کیا؟" ان کے منہ سے بے ساختہ نکل گیا۔

"تمھیں سیٹھ خاور بیگ کے سامنے لے جاتا ہوں، ان سے پوچھتا ہوں......
وہ تمھیں جانتے ہیں یا نہیں...... اگر وہ تمھیں جانتے ہیں، تب تو ٹھیک ہے...... اگر تم
ان کے لیے اجنبی ہو تو پھر تم سے پوچھا جائے گا...... تم نے اس دعوت کے کارڈ کہاں
سے حاصل کیے تھے...... اور یہ کہ دعوت میں کس نیت سے شریک ہوئے تھے۔"

اچانک ان کے کانوں میں بوڑھے کی تلاوت گونجنے لگی...... پھر نہ جانے

انھیں کیا ہوا...... وہ کہہ اُٹھے:

"ہم ساری کہانی سنانے کے لیے تیار ہیں...... لیکن یہاں نہیں...... پولیس
اسٹیشن لے چلیں ہمیں۔"

"یہ تو اور اچھی بات ہے۔" انسپکٹر کامران خان مُسکرائے۔

وہ انھیں تھانے لے آئے...... پھر اپنے کمرے میں انھیں اپنے سامنے
بٹھا کر بولے۔

"ہاں تو ہو جائے تفصیل۔"

انھوں نے پوری تفصیل سنا ڈالی، کوئی بات نہ چھپائی...... انسپکٹر کامران خان
غور سے سُنتے رہے...... آخر ان کے خاموش ہونے پر بولے۔

"جیل سے کب رہا ہوئے تم......؟ میرا مطلب، آخری بار کب جیل گئے تھے
اور کب رہا ہوئے...... اس کے بعد کتنی وارداتیں کیں؟"

"ابھی چند دن پہلے ہی رہا ہوئے ہیں...... اس وقت سے لے کر اب تک کوئی
واردات نہیں کی...... آج واردات کرنے والے تھے...... لیکن آپ کو دیکھ کر ارادہ
ترک کر دیا تھا، بس یہی ہے کُل کہانی۔"

"میں مان لیتا ہوں...... کہ کہانی اتنی ہی ہے...... اور چوں کہ جیل سے رہا
ہونے کے بعد اب تک تم نے کوئی جرم نہیں کیا، اس لیے تمھیں رہا کیا جا سکتا

ہے...... لیکن اس سے پہلے تمھیں اپنے اُستاد کے بارے میں بتانا ہوگا...... اس کی گرفتاری بہت ضروری ہے...... ورنہ نہ جانے وہ اور کتنے لوگوں کو جرم پر لگائے گا۔"

"ہم نہیں جانتے...... وہ کون ہے...... ہم نے اُسے آج تک نہیں دیکھا...... نہ وہ کبھی ہمارے سامنے آیا...... وہ تو بس فون پر ہمیں ہدایات دیتا ہے۔"

"اور کارڈ تم تک کیسے پہنچے تھے؟"

"کوئی شخص دستی دے گیا تھا، کہہ رہا تھا...... راستے میں ایک شخص ملا تھا...... اس نے کہا تھا...... وہ یہ لفافہ اس پتے پر پہنچا دے...... اس کام کے اس نے دو سو روپے بھی دیے تھے...... لہٰذا وہ لفافہ ہم تک لے آیا، اس میں دو دعوتی کارڈ تھے۔"

"ان پر نام کس کس کا لکھا ہوا تھا۔"

"کسی مٹانے والے سلوشن سے نام مٹا کر ہمارے نام لکھ دیے گئے تھے۔"

"اوہ اچھا...... کیا مٹے ہوئے نام نظر آ رہے تھے۔"

"جی نہیں...... غور سے دیکھنے پر پتا چلتا تھا کہ مٹایا گیا ہے۔"

"اچھا خیر...... میں تمھیں رہا کر سکتا ہوں...... اگر تم اپنے استاد کو گرفتار کرا دو۔"

"لیکن جناب......! جب ہم اس کے بارے میں جانتے ہی نہیں تو گرفتار کیسے کرا دیں؟"

"یہ سوچنا تمھارا کام ہے...... ارے ہاں...... وہ مارا!" اچانک انسپکٹر کامران خان زور سے اُچھلے۔

"کک...... کیا ہوا جناب؟"

"ایک زبردست ترکیب سُوجھی ہے...... سوال یہ ہے کہ استاد نے دو عدد کارڈ کس طرح حاصل کر لیے اور وہ کن مہمانوں کے تھے۔"

"یہ بھلا ہم کس طرح جان سکتے ہیں؟" جالینوس نے منہ بنایا۔

"ایک منٹ...... انسپکٹر کامران خان نے بے تابانہ انداز میں کہا اور پھر سیٹھ خاور بیگ کے نمبر ملائے...... ان سے رابطہ ہونے پر وہ بولے۔

"تھانے سے...... انسپکٹر کامران خان بات کر رہا ہوں...... آپ آج بال بال بچ گئے...... آپ کی دعوت کے دوران ڈاکہ ڈالا جانا تھا...... تمام خواتین کے زیورات اُتروا لیے جاتے اور دونوں ڈاکو زیورات کا تھیلا لے اُڑتے...... لیکن اللہ تعالیٰ نے مہربانی فرمائی...... وہ یہ واردات نہ کر سکے...... مجھے دیکھ کر وہ خوف زدہ ہو گئے تھے۔"

"اوہ...... ہو...... واقعی اللہ تعالیٰ نے مہربانی فرما دی۔"

"جی بالکل...... میں آپ سے صرف یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ کون سے دو مہمان آج دعوت میں شریک نہیں ہو سکے...... یا آپ کے دو دوستوں نے اس قسم کا فون تو

نہیں کیا تھا کہ ان کے کارڈ گم ہو گئے ہیں، لہٰذا انھیں دو اور کارڈ ارسال کر دیں۔"

"مجھے ایسا کوئی فون نہیں ملا...... اور میرے سب ہی مہمان دعوت میں شریک ہوئے ہیں۔"

"کیا آپ یہ بات یقین سے کہہ سکتے ہیں؟"

"جی ہاں...... بالکل...... میں نے تمام مہمانوں سے درخواست کی تھی کہ کوئی کام پڑ جائے اور دعوت میں شریک نہ ہو سکیں تو فون کے ذریعے اطلاع ضرور کر دیں...... لیکن کسی نے بھی ایسا فون نہیں کیا...... اس کا مطلب ہے...... میرے مہمانوں میں سے سب ہی نے شرکت کی ہے۔"

"اوہ اچھا...... ٹھیک ہے...... ضرورت پیش آئی تو میں آپ کو پھر فون کروں گا۔"

"ضرور...... کیوں نہیں...... میں ہر طرح حاضر ہوں۔" سیٹھ خاور بیگ نے کہا۔

فون بند کر کے انسپکٹر کامران خان ان کی طرف مڑے اور بولے:

"کسی مہمان نے یہ نہیں بتایا کہ وہ شرکت نہیں کریں گے...... اور اگر سب نے شرکت کی ہے تو پھر وہ دو کارڈ کہاں سے آ گئے؟"

"یہ کوئی سوال نہیں......" ارسطو نے کہا۔

"وہ کیسے؟" انسپکٹر کامران خان نے گھورا۔

"وہ ایسے جناب کہ استاد نے اپنے کسی آدمی کے ذریعے کسی مہمان گھرانے

سے دو کارڈ چرا لیے اور ہمیں دے دیے۔"

"لیکن ایسے گھرانے نے سیٹھ خاور کو فون کیوں نہیں کیا؟"

"اب یہ تو وہی بتا سکے گا۔" جالینوس نے منہ بنایا۔

"میں تم لوگوں کو فی الحال حوالات میں رکھنے پر مجبور ہوں...... کیوں کہ ابھی تک میں کسی نتیجہ پر نہیں پہنچ سکا...... اس بات کا امکان ہے کہ تم مجھے چکر دے رہے ہو۔"

"آپ ضرور ہمیں حوالات میں رکھیں...... لیکن اس بات کا خیال رہے...... استاد ہم پر حملہ کرانے کی کوشش کر سکتا ہے۔ اگرچہ ہم اس کے خلاف کچھ نہیں کر سکتے...... لیکن پھر بھی وہ اپنے کسی ساتھی کو پولیس کے قبضے میں دیکھنا پسند نہیں کرتا۔"

"اچھا ٹھیک ہے...... میں تمھاری حفاظت پر دو آدمی مقرر کر دیتا ہوں...... میرا ذہن بہت اُلجھا ہوا ہے...... میں سوچ رہا ہوں کہ...... آخر ہم استاد کا سراغ کس طرح لگائیں گے، تمھارے بتانے کے مطابق شہر میں زیادہ وارداتیں تو اس کے زیرِ سایہ ہوتی ہیں......"

"ایک ترکیب ذہن میں آئی ہے...... آپ سیٹھ خاور سے کہیں...... وہ اپنے تمام مہمانوں کو فون کریں...... اور معلوم کریں کہ ان میں سے کون سے دو مہمانوں نے دعوت میں شرکت نہیں کی...... پھر ہم ان سے ملاقات کر کے پوچھ سکتے ہیں...... ان کے کارڈ کس طرح اُڑائے گئے...... یا کس طرح حاصل کیے گئے۔"

"ہُوں......اچھا...... میں یہ بھی کرنے کی کوشش کرتا ہوں......لیکن میرا خیال ہے...... سیٹھ خاور یہ کام نہیں کریں گے، پھر بھی میں ان سے درخواست کرتا ہوں......لو تم بھی بات چیت سنو۔"

اب انسپکٹر کامران خان نے سیٹھ خاور بیگ کے نمبر ملائے اور بات کرنے لگے...... انھوں نے فون سیٹ کا ایک بٹن دبا دیا تھا، اس لیے آواز کمرے میں سنائی دے رہی تھی، ان کی بات سُن کر سیٹھ خاور نے کہا۔

"میرے پیارو! میں آپ کے ساتھ ہر طرح تعاون کروں گا۔"

فون بند کر کے انسپکٹر کامران خان اس کی طرف مُڑے...... اس وقت ارسطو کے منہ سے نکلا:

"پتا نہیں کیا بات ہے......؟ لیکن کوئی بات ہے ضرور۔"

"کیا مطلب؟" انسپکٹر کامران خان نے چونک کر کہا۔

"ایسا لگتا ہے، جیسے میں کچھ بھول رہا ہوں...... وہ بات اگر یاد آجائے تو شاید ہم استاد تک پہنچ سکتے ہیں۔"

"اور میں بھی یہی محسوس کر رہا ہوں۔" جالینوس نے کہا۔

"تب پھر غور کرو...... سوچو...... اس شخص کی گرفتاری بہت ضروری ہے...... اگر تم اسے گرفتار کرانے میں کامیاب ہو گئے تو میں تمھاری سفارش کروں گا...... یہ بھی

ہوسکتا ہے...... تمھیں پولیس کے محکمے میں ملازمت مل جائے...... اور تم اِدھر اُدھر بھٹکنے سے بچ جاؤ۔"

انسپکٹر کامران خان نے جلدی جلدی کہا۔

"اچھی بات ہے...... ہم غور شروع کرتے ہیں...... آپ ہمیں کسی الگ کمرے میں بٹھا دیں...... ہم اس بارے میں آپس میں بات چیت کریں گے تو ضرور کسی نتیجے پر پہنچ جائیں گے۔"

"اچھی بات ہے...... لیکن دیکھو فرار ہونے کی کوشش نہ کرنا...... اس وقت تک تم نے کوئی جرم نہیں کیا...... صرف جرم کرنے کے لیے وہاں گئے تھے...... اور پھر وہاں جرم کے ارادے سے باز آگئے...... لہٰذا صرف اس بنیاد پر تم قانون کی نظروں میں مجرم نہیں ہو، اُلٹا قانون کی مدد کر کے اچھے شہری بننے کا امکان ہے۔"

"ٹھیک ہے انسپکٹر صاحب...... ہم بھلا فرار کیوں ہونے لگے۔"

"اس کا بہر حال امکان ہے......" انسپکٹر کامران خان مُسکرائے۔

"جی...... وہ کیسے؟"

"ہوسکتا ہے...... تم نے جو کہانی سنائی ہو، وہ بالکل فرضی ہو اور اصل کہانی کچھ اور ہو...... اور تم مجھے دھوکا دے کر نکل جانا چاہتے ہو۔"

"جی نہیں...... ایسی کوئی بات نہیں۔" دونوں ایک ساتھ بولے۔

"خیال تو میرا ابھی یہی ہے کہ تم دھوکہ نہیں دے رہے..... لیکن احتیاط بہر حال کی جائے گی..... لہٰذا تمھیں جس کمرے میں بٹھایا جا رہا ہے..... اس کے دروازے پر دو کانسٹیبل موجود رہیں گے..... اُمید ہے تم محسوس نہیں کرو گے۔"

"بالکل ٹھیک..... ہم محسوس نہیں کریں گے۔"

اور پھر انھیں الگ کمرے میں بٹھا دیا گیا..... دونوں سرگوشیوں میں مصروف ہو گئے، ایک گھنٹے بعد انسپکٹر کامران خان خود وہاں آ گئے..... ان کے چہرے پر پریشانی کے آثار تھے۔

"خیر تو ہے انسپکٹر صاحب؟" ارسطو گھبرا گیا۔

"سیٹھ خاور بیگ نے فون کیا ہے..... ان کا کہنا ہے..... ان کے کسی مہمان کے کارڈ غائب نہیں ہوئے، ساتھ ہی ان کا کہنا ہے کہ انھوں نے جتنے کارڈ چھپوائے تھے..... ان کے مطابق باقی بچے ہوئے کارڈ بھی پورے ہیں..... ایسا بھی نہیں ہے کہ دو کارڈ چوری کر لیے گئے ہوں..... یا کسی ملازم کے ذریعے حاصل کیے گئے ہوں..... مطلب یہ کہ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔"

"ہوں!" دونوں بولے۔

"پھر اب تم کیا کہتے ہو۔"

"ہمارا خیال ہے..... ہم استاد کو گرفتار کرا سکتے ہیں..... لیکن آپ کو وعدہ کرنا

ہوگا..... ہمیں گرفتار نہیں کیا جائے گا..... ہمارے سابقہ جرائم کو معاف کر دیا جائے گا اور آپ ہمیں محکمہ پولیس میں بھرتی کرانے کی پوری پوری کوشش کریں گے۔"

"بالکل ٹھیک..... میں وعدہ کرتا ہوں۔"

"تو پھر چلیے..... ہم استاد کو گرفتار کرا دیتے ہیں۔"

"کیا مطلب..... کیا تمھیں معلوم ہے..... استاد کون ہے.....؟ تم نے تو کہا تھا..... تم نہیں جانتے..... انسپکٹر کامران خان نے اُلجھن کے عالم میں کہا۔

"ہاں! ہم نے یہی کہا تھا..... اور ٹھیک کہا تھا..... ہمیں نہیں معلوم تھا کہ استاد کون ہے..... لیکن اس کمرے میں بیٹھ کر ہم نے خوب غور کیا ہے..... استاد کی ہم سے اکثر بات چیت ہوتی رہی ہے..... اس کی طرف سے کچھ چیزیں ہمیں ملتی رہی ہیں..... ہم بھی اسے ضرورت پڑنے پر کچھ بھیجتے رہے ہیں..... جب ہم نے ان تمام باتوں پر غور کیا تو ایک ہی چہرہ سامنے آیا۔" یہاں تک کہہ کر جالینوس رُک گیا۔

"اور وہ کس کا چہرہ ہے؟"

"ابھی تھوڑا انتظار کریں..... ہم پہلے استاد کو ایک فون کریں گے۔"

"ضرور کرو..... روکا کس نے ہے۔"

جالینوس نے اپنے موبائل سے استاد کے نمبر ملائے، جلد ہی اس کی آواز سنائی دی۔

"ہیلو۔"

"استاد...... یہ میں ہوں جالینوس۔"

"میں نے تم سے کیا کہا تھا...... تم وہاں ڈاکہ نہیں ڈال سکو گے...... اور تم نہیں ڈال سکے......"

"آپ نے ٹھیک کہا تھا اُستاد...... لیکن۔"

"لیکن کیا؟"

"آخر وہاں انسپکٹر کامران خان کیسے آ گئے تھے......"

"سیٹھ خاور بیگ ایسے موقعوں پر حفاظتی تدابیر اختیار کیے بغیر نہیں رہتا...... یہ اس کی خاص عادت ہے...... کیا سمجھے!"

"او کے استاد سمجھ گئے...... خیر کوئی بات نہیں...... کہیں اور سہی۔"

"ضرور ضرور...... میں ہر طرح تمھاری مدد کروں گا...... بے فکر رہو۔"

"شکریہ استاد......"

"اور پسند کرو تو میرے پاس دو تین منصوبے ہیں...... کوئی ایک منصوبہ بنا کر اس پر کام کر سکتے ہو...... لمبا مال ہاتھ آئے گا۔"

"کیوں نہیں اُستاد...... اس سلسلے میں ہمیں کیا کرنا ہوگا......"

"انتظار...... میں جلد تمھیں ان میں سے ایک منصوبے کی ابتدائی تفصیلات بھیج دوں گا...... پسند آ جائے تو خرید لینا۔"

"بہت اچھا اُستاد...... ہم انتظار کریں گے۔"

اور پھر انھوں نے فون بند کر دیا...... انسپکٹر کامران خان نے ان کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

"اس فون کا مقصد سمجھ میں نہیں آیا۔" اُن کے لہجے میں اُلجھن تھی۔

"ہم ایک اندازہ قائم کرنا چاہتے تھے...... ویسے آپ کی اطلاع کے لیے عرض کر دیں، ہم جان گئے ہیں...... اُستاد سے ہماری ملاقات کہاں ہو سکتی ہے......"

"کیا مطلب...... یعنی تم اب اس پوزیشن میں ہو کہ اُسے گرفتار کرا سکو۔"

"جی ہاں! بالکل۔"

"تو پھر چلو...... دیر کس بات کی؟"

"آپ پوری تیاری کر لیں...... ایسا نہ ہو...... وہ فرار ہو جائے اور ہم ہاتھ ملتے رہ جائیں......"

"چلنا کہاں ہے؟"

"راز کھل نہ جائے...... آپ پہلے تیاری کر لیں۔"

"کیا مطلب...... کیا تم یہ سمجھتے ہو...... میں مجرم کو خبر دار کر دوں گا۔" انسپکٹر کامران خان جھلا اُٹھے۔

"جی نہیں...... آپ نہیں...... آپ کے عملے میں سے کوئی ایسا ہو سکتا ہے، آئے

دن ایسا ہوتا رہتا ہے۔"

"ہاں ٹھیک ہے...... احتیاط اچھی ہے۔"

اور پھر تھوڑی دیر بعد وہ پولیس پارٹی کے ساتھ روانہ ہوئے...... دونوں انسپکٹر کامران خان کے ساتھ اگلی گاڑی میں تھے...... اور سمت بتاتے جا رہے تھے...... آخر جالینوس نے ایک جگہ رُکنے کے لیے کہا۔

"یہ کیا...... یہ تو وہ جگہ ہے...... جہاں تم نے اپنی کار کھڑی کی تھی......"

"ہاں جناب! ہمیں یہیں آنا تھا......"

"لیکن سیٹھ خاور بیگ کی کوٹھی کے نزدیک......؟ کیا یہ بات عجیب نہیں ہے۔"

"ہاں بالکل...... بہت عجیب ہے...... بس آپ سیٹھ صاحب کی کوٹھی کو گھیرے میں لے لیں۔"

"کیا مطلب۔" انسپکٹر کامران خان زور سے اُچھلے۔

"ہاں جناب! سیٹھ خاور ہی ہمارا اُستاد ہے...... وہی ہم سے جرائم کراتا رہا ہے، وہی جرائم کی منصوبہ بندی کرتا رہا ہے...... شہر میں اکثر وارداتیں وہی کراتا ہے اور بنا پھرتا ہے بہت نیک نام...... بڑے بڑے سرکاری افسروں اور باحیثیت لوگوں کی دعوتیں کرتا رہتا ہے...... اس طرح اس نے اپنی ایک ساکھ بنا رکھی ہے...... کوئی اس کے بارے میں شاید سوچ بھی نہیں سکتا۔"

"لیکن تم نے یہ کیسے سوچ لیا......؟ تمھارے پاس اس بات کا کیا ثبوت ہے......؟ کیا تم نہیں جانتے...... اتنے بڑے آدمی کو ثبوت کے بغیر گرفتار کرنا ممکن نہیں...... وہ تو طوفان مچادے گا...... اور مجھے افسرانِ بالا کو جواب دینا مشکل ہو جائے گا۔"

"جی نہیں...... ایسا نہیں ہوگا۔" جالینوس مُسکرایا۔

"گویا تمھارے پاس ان کے خلاف ثبوت موجود ہے۔"

"جی ہاں...... سُنیے...... اس نے ہم سے جب بھی بات کی ہے...... ہم اس کی بات چیت کو ٹیپ کرتے رہے ہیں...... کل ہم نے جب باغ میں اُسے تقریر کرتے سنا تو ہمارے کان کھڑے ہوگئے...... اس کا لہجہ وہی تھا...... بات کرنے کا انداز وہی تھا...... "پیارو" کہنے کا بھی بالکل وہی انداز تھا...... پھر اس کے چند خاص الفاظ ہیں...... جو وہ غیر ارادی طور پر بول جاتا ہے...... جیسے "کیا سمجھے" وغیرہ اور پھر اس کی آواز...... میرا خیال ہے...... وہ ہم سے آواز بدل کر بات کرتا ہی نہیں تھا...... شاید اس کا خیال تھا...... ہم بھلا کیوں اس کی کوٹھی کی طرف کبھی آئیں گے...... بس جناب! یہی اس کی بھول تھی......"

"تمھاری بات میں وزن ہے...... لیکن میں کل والی آواز کو تمھارے پاس موجود آوازوں کا مقابلہ کر کے دیکھنا چاہتا ہوں...... اور کل والی بات چیت ہمارے پاس ہے نہیں۔"

"کیوں نہیں ہے......! ہمارے موبائل میں کل والی بات چیت موجود ہے...... اور اس سے پہلے کی آوازیں بھی ٹیپ شدہ ہمارے پاس موجود ہیں۔"

"میں اس طرح چھاپہ نہیں ماروں گا...... پہلے میں آواز سنوں گا۔"

آخر وہ پولیس کی ایک گاڑی لے کر اپنے گھر گئے، وہاں سے ٹیپ شدہ آوازیں لے آئے...... انسپکٹر کامران خان نے آوازوں کا جائزہ لیا تو جوش میں بھر گئے......اور بولے:

"اُف مالک...... یہ تو بالکل ایک جیسی آوازیں ہیں چلو بھئی بسم اللہ کرو...... خاموشی سے کوٹھی کے گرد گھیرا ڈال لو...... ہم اس سے جا کر ملاقات کرتے ہیں اور ساتھ ہی اس کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں لگا دیں گے...... تم بس باہر ہوشیار رہنا۔"

"او کے سر!"

اُنھوں نے دروازے کی گھنٹی بجائی...... ملازم آیا تو انھوں نے اندر پیغام بھیج دیا کہ انسپکٹر کامران خان ملنے کے لیے آئے ہیں، اس نے انھیں فوراً اندر بلا لیا...... جوں ہی وہ ان کے سامنے پہنچے...... سیٹھ خاور زور سے اُچھلا۔

"یہ آپ کے ساتھ کون ہیں؟"

"آپ کے پُرانے ساتھی...... آپ کے پُرانے کارکن......"

"کیا......!!" وہ بہت زور سے اُچھلا۔

ساتھ ہی انسپکٹر کامران خان نے اس کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ڈال دیں......اوپر سے اس کے ماتحت آ گئے۔

"یہ...... یہ آپ کیا کر رہے ہیں؟...... آپ کا دماغ تو نہیں چل گیا۔"

"دماغ تو اب تمھارا چلے گا جیل میں۔"

"آخر مجھے کس جرم میں گرفتار کیا جا رہا ہے...... میرے خلاف آپ کے پاس ثبوت کیا ہے؟"

اور پھر جب انھوں نے ثبوت پیش کیے تو اس کے ہاتھ پیر ڈھیلے پڑ گئے...... اور اس کا چہرہ تاریک ہوتا چلا گیا......



دوسری ہولی

کرم داد صاحب کے چہرے پر نظر ڈالتے ہی میں بے چین ہوگیا...... میں ابھی ابھی اپنی نئی ڈیوٹی پر پہنچا تھا۔ یہاں پہنچتے ہی مجھے اپنے نئے آفیسر کرم داد کو اطلاع دینی تھی...... کرم داد صاحب میرے چہرے کا بغور جائزہ لے رہے تھے۔ آخر وہ بولے:

"نوجوان! میں نے تمھیں کہیں دیکھا ہے۔"

"سر! مجھے بھی ایسا ہی محسوس ہوا تھا لیکن کوشش کے باوجود یاد نہیں آرہا کہ کہاں دیکھا ہے......"

"تم کون کون سے اسٹیشن پر رہے ہو؟" انھوں نے سوال کیا۔

میں انھیں تفصیل بتانے لگا۔ وہ انکار میں سر ہلاتے رہے۔ میرے خاموش ہونے پر انھوں نے کہا:

"نہیں، میں ان اسٹیشنوں میں سے کسی پر بھی نہیں رہا۔"

"میں سوچوں گا سر...... آپ مجھے میری ڈیوٹی کی تفصیل بتا دیں۔"

"ہاں ضرور...... کیوں نہیں...... آؤ۔"

چند دن تک میں نے اپنی ڈیوٹی پوری طرح سنبھال لی...... دن میں ایک دو بار کرم داد صاحب سے بھی علیک سلیک ہو جاتی...... ورنہ وہ اپنی ڈیوٹی میں مصروف رہتے اور میں دوسرے ماتحتوں کے ساتھ اپنے کام میں لگا رہتا...... ہمارا محکمہ ہی ایسا ہے...... آپ بس اسے خفیہ رپورٹ کا محکمہ کہہ لیں...... ہماری اصل ذمہ داری یہ تھی کہ دشمن ملک کے لوگ ہمارے ملک میں غیر قانونی طور پر داخل نہ ہونے پائیں اور اگر معلوم ہو کہ ملک میں کچھ لوگ کسی طرح داخل ہو گئے ہیں تو ان کا سراغ لگا کر انھیں جیل پہنچا دیں......

ہمارے ادارے کی جیل بھی عام جیل نہیں ہوتی...... یہاں مقدمہ نہیں چلایا جاتا...... اگر کوئی رنگے ہاتھوں سرحد پار کرتا پکڑا جاتا تو ہمیں احکامات تھے کہ اسے موقع پر ہی گولی ماردی جائے اور اگر شک والا معاملہ ہوتا تو اس خیال سے کہ کہیں کوئی بے گناہ نہ مارا جائے، کچھ تفتیش ضرور کی جاتی...... لیکن یہ عام عدالتی کارروائیوں کی طرح لمبی نہ ہوتی، بل کہ ایک دو دن میں تفتیش مکمل کر کے فیصلہ سنا دیا جاتا...... بس یہ تھی ہماری ڈیوٹی۔

اس ڈیوٹی کو سنبھالنے کے بعد سے عجیب بات یہی تھی کہ کرم داد صاحب کا چہرہ مجھے جانا پہچانا کیوں لگتا تھا اور انھیں میرا چہرہ شناسا سا کیوں محسوس ہوتا تھا اور ہم

دونوں کو یہ بات کیوں یاد نہیں آتی تھی۔

جوں جوں دن گزرتے گئے...... نہ جانے کیوں میری الجھن بڑھتی گئی...... اور شاید کرم داد صاحب کی الجھن میں بھی اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ اب مجھے دیکھ کر وہ پہلے کی طرح مسکراتے نہیں تھے۔ میری حالت بھی کچھ ایسی ہی تھی...... میں بھی انھیں دیکھ کر مشکل سے ہی مسکراتا تھا...... اس بات نے الجھن میں اور اضافہ کر دیا...... اب تو میں اپنے کوارٹر میں آ کر بھی اسی سوچ میں رہنے لگا...... یہ سوچ، پریشانی کی حد تک مجھ پر سوار ہونے لگی...... کبھی کبھی تو میں جھلا کر اپنے بال نوچنے لگتا...... پھر ایک دن میں نے تہجد کی نماز کے بعد رو رو کر گڑگڑا کر دعا مانگی:

"اے مولیٰ! مجھے اس پریشانی سے نجات عطا فرما دے...... مجھے یاد آ جائے کہ میں نے کرم داد صاحب کو کہاں دیکھا تھا۔"

اللہ تعالیٰ نے مجھ پر رحم فرمایا...... اسی روز جب میری نظر کرم داد صاحب پر پڑی تو میں چونک اٹھا...... اچانک میرے دماغ میں جھماکا سا ہوا...... اور پھر تو جیسے میری آنکھوں کے سامنے بہت سے مناظر چلنے لگے...... ان مناظر کا نمایاں کردار کرم داد تھا...... لیکن اب مجھے یاد آ گیا تھا، اس کا اصل نام کرم داد نہیں کرم چند تھا......

پاکستان بننے سے پہلے ہم "سونی پت" کے ایک محلے میں رہتے تھے...... اکٹھے کھیلا کرتے تھے...... اکٹھے اسکول جاتے تھے۔ محلّے کے دوسرے بچوں میں بھی ہندو، مسلمان اور سکھ سبھی بچے شامل تھے۔ بڑے ہونے پر بھی ہم نے آپس میں

کبھی کوئی نفرت محسوس نہیں کی تھی...... کوئی دشمنی محسوس نہیں کی تھی...... لیکن جب پاکستان بننے کے حالات نظر آنے لگے، تب یوں لگا جیسے ان سے بڑا مسلمانوں کا دشمن کوئی نہ ہو...... پھر پاکستان کا اعلان ہوتے ہی فسادات پھوٹ پڑے۔

ہندو اور سکھ مسلمانوں پر حملے کرنے لگے۔ اور انھیں خون میں نہلانے لگے، مسلمان بچوں کو نیزوں کی انیوں میں پرونے لگے...... تب ایک دن خود کرم چند اپنے بڑوں کے ساتھ ہمارے گھر پر بھی حملہ آور ہو گیا...... میں نے چلّا چلّا کر اسے یاد دلایا...... ہم تو بچپن کے ساتھی ہیں...... یہ تم کیا کر رہے ہو؟ اس وقت ہم نے دروازہ اندر سے بند کر رکھا تھا...... وہ سب مل کر دروازہ توڑنے کی کوشش کر رہے تھے۔ آخر ہم نے بھی مجبور ہو کر چھت پر سے ان پر اینٹیں برسانا شروع کیں...... کچھ دیر کے لیے وہ بھاگ گئے، لیکن پھر آ گئے...... اس مرتبہ مٹی کا تیل ساتھ لائے...... اور ہمارے دروازے پر چھڑک کر آگ لگا دی...... اس طرح وہ اندر داخل ہونے میں کامیاب ہو گئے...... ہم نہتے تھے اور وہ مسلح...... ہم آٹھ افراد تھے۔ ان میں عورتیں اور بچے شامل تھے اور وہ پورا گروہ...... لکڑیوں اور ڈنڈوں وغیرہ سے لیس...... ہم کب تک ان سے لڑتے...... آخر گرتے چلے گئے......

مار دھاڑ کے بعد انھوں نے گھر کی ہر چیز لوٹی اور چلے گئے...... میری آنکھ کھلی تو میں زخموں سے چور تھا...... گھر کے باقی افراد مالکِ حقیقی سے جا ملے تھے۔ مجھے بھی انھوں نے مردہ ہی خیال کیا تھا...... پھر میں کس طرح پاکستان پہنچا...... یہ ایک بہت

دکھ بھری داستان ہے اور اتنی مدت گزرنے کے بعد اب میں کرم چند کو اپنے ایک آفیسر کے روپ میں دیکھ رہا تھا...... ایک مسلمان کے روپ میں...... اس نے اپنا نام بھی کرم چند سے کرم داد رکھ لیا تھا...... غالباً یہ اسی وقت پاکستان آ گیا تھا...... تاکہ جاسوسی کے کام انجام دیتا رہے...... اس نے مسلمان بن کر اپنے لٹنے کی کہانی سنائی ہوگی اور سرکاری محکمہ میں ملازمت حاصل کر لی ہوگی...... یہاں تک کہ وہ اپنی کوششوں یا پھر اپنے ملک کے لوگوں کی کوششوں سے خفیہ محکمے میں ملازم ہو گیا......

میرا خون کھولنے لگا، میرا جی چاہا، اسی وقت اسے گولی مار دوں، لیکن میں نے خود پر قابو پا لیا...... دوسرے دن میں اس کے دفتر میں داخل ہوا...... میں نے اسے سلام بھی نہ کیا...... اس کی پیشانی پر بل پڑ گئے...... وہ بولا:

"حسن خان......! کیا تم افسری اور ماتحتی کے آداب بھول گئے ہو۔"

"اوہ! معاف کیجیے گا سر...... بات دراصل یہ ہے کہ مجھے یاد آ گیا، میں نے آپ کو کہاں دیکھا تھا...... بس اسی جوش میں یہ بات بھول گیا۔"

"اوہ اچھا خیر...... کوئی بات نہیں...... ہاں تو کہاں دیکھا تھا تم نے مجھے......؟"

"سونی پت میں......"

"کیا......!!" وہ بری طرح اچھلا۔

"ہمارے محلہ کا نام تھا، اکبری محلہ......" میں نے پھنکارنے کے انداز میں کہا۔

"نن...... نہیں......" وہ چلایا۔

"میں نے تمھیں پہچان لیا ہے کرم چند...... تو نے اس وقت بھی مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلی تھی اور آج بھی تو آستین کا سانپ بنا یہاں افسری کر رہا ہے......"

"خبردار......" اس کے ہاتھ میں پستول نظر آیا۔

"پستول تاننے کا مطلب ہے...... میں نے تمھیں صحیح پہچانا۔"

"ہاں! لیکن یہ راز راز ہی رہ جائے گا...... میں رپورٹ کروں گا...... تم نے اچانک مجھ پر گولی چلانے کی کوشش کی تھی...... مجبوراً مجھے گولی چلانا پڑی......" کرم چند ایک شیطانی مسکراہٹ چہرہ پر لاتے ہوئے بولا:

اس کے ساتھ ہی اس کی انگلی ٹریگر پر دباؤ ڈالنے لگی...... لیکن فوراً ہی ایک فائر ہوا اور پستول اس کے ہاتھ سے نکل گیا......

اعلیٰ افسران اندر داخل ہو رہے تھے...... حسن خان پہلے ہی اس کا انتظام کر چکا تھا...... ان کے چہروں پر جوش ہی جوش تھا...... اب مزید کسی ثبوت کی ضرورت نہیں رہی تھی۔



انجانی طاقت

"فومی! تم دولت رائے کو جانتے ہو۔"

"ہاں باس! بالکل جانتا ہوں...... میں نے تو کسی زمانے میں ان کے گھر میں ملازمت بھی کی تھی۔" فومی بولا۔

"کیا کہا......! ملازمت بھی کی تھی......! تم اور ملازمت! کیا کہہ رہے ہو بھئی؟"

"آپ میرا مطلب غلط سمجھے...... میں اس گھر کا صفایا کرنا چاہتا تھا...... بس میں نے وہاں ملازمت کرلی...... ابھی منصوبہ بندی کر رہا تھا کہ گڑبڑ ہوگئی۔"

"گڑبڑ کیا ہوگئی......؟ کیسے ہوگئی؟" باس نے حیرت زدہ لہجے میں کہا۔

"ایک دن انسپکٹر فیاض خان دولت رائے سے ملنے کے لیے آگیا...... بس جناب اس نے تو مجھے میک اپ کے باوجود پہچان لیا...... حالاں کہ میرا خیال تھا...... کوئی بڑے سے بڑا ماہر بھی مجھے اس میک اپ میں نہیں پہچان سکتا اور باس......! سچ تو یہ ہے کہ اس مرتبہ میں نے اپنا حلیہ تبدیل کرنے کے لیے ایڑی

چوٹی کا زور لگایا تھا...... لیکن میرا سارا زور دھرا کا دھرا رہ گیا...... اور انسپکٹر نے مجھے نہ صرف پہچان لیا بلکہ آسانی سے گرفتار بھی کرلیا۔"

"کیا کہہ رہے ہو بھئی...... تم اور آسانی سے پکڑے گئے!" باس کے لہجے میں حیرت تھی۔

"انسپکٹر فیاض خان بہت ذہین ہے...... بہت تیز طرار ہے...... بہت کائیاں ہے...... اس نے یہ بات ظاہر ہی نہ ہونے دی کہ اس نے مجھے پہچان لیا ہے...... بس اپنے سادہ لباس والوں کو خفیہ طور پر فون کر دیا اور ہدایات دے دیں...... وہ سادہ لباس میں آئے...... انھوں نے دولت رائے صاحب سے ملنے کی درخواست کی...... اس نے انھیں اندر بلا لیا...... پھر جب شربت وغیرہ ٹرے میں رکھے میں اندر داخل ہوا تو انھوں نے مجھے چھاپ لیا...... انھوں نے مجھ سے سب اگلوا لیا...... کہ میں وہاں کس نیت سے آیا ہوں...... لیکن مجھے حوالات میں نہ رکھ سکے...... نہ مقدمہ چلا سکے...... کیوں کہ میں کچھ ہی دن پہلے جیل سے رہا ہوا تھا اور ابھی تک کوئی جرم نہیں کر سکا تھا...... اس لیے انھیں چھوڑنا پڑا...... تاہم انھوں نے خوب دھمکایا تھا...... اس ساری بات کا مطلب یہ کہ میں دولت رائے کو تو جانتا ہی ہوں، اس کے گھر سے بھی اچھی طرح واقف ہوں...... آپ حکم کریں۔"

"اس کے بیٹے کو اغوا کرنا ہے۔"

"یہ تو اور زیادہ آسان کام ہے۔"

"نہیں بھئی...... یہ نہ کہو...... اس لیے کہ صبح وہ جس کار میں اسکول جاتا ہے اس میں محافظ موجود ہوتا ہے...... دوپہر کو بھی واپسی پر محافظ ساتھ ہوتا ہے...... کہیں سیر وغیرہ کے لیے یا کسی میدان میں کھیلنے کے لیے جاتا ہے تو بھی محافظ کچھ فاصلے پر ہوتا ہے...... ان حالات میں تم یہ نہ کہو کہ یہ کام آسان ہے۔"

"میں تو یہ ہی کہوں گا...... کہ یہ کام آسان ہے...... بل کہ بہت آسان ہے۔"

"آخر کیسے؟"

"ایسے کہ اس کا بیٹا رات کو الگ کمرے میں سوتا ہے...... اور اس کمرے میں داخل ہونا اور اسے اٹھا کر لے آنا بھلا کیا مشکل ہے باس!"

"تم نے وہاں ملازمت کب کی تھی؟"

"یہ دو سال پہلے کی بات ہے۔"

"تب پھر سن لو......! انسپکٹر فیاض خان کے مشورے سے کوٹھی میں بہت سی تبدیلیاں کی جا چکی ہیں۔ پہلے اگر اندر داخل ہونا تم جیسوں کے لیے آسان کام تھا تو اب بہت مشکل...... بل کہ قریب قریب ناممکن ہو گیا ہے۔"

"اوہ...... اچھا! یہ بات مجھے معلوم نہیں تھی...... اب تو سوچنا پڑے گا۔"

"سوچ لو...... غور کر لو...... مجھے کوئی جلدی نہیں ہے...... وہاں جا کر جائزہ لے لو...... کہ تم یہ کام کس طرح کر سکتے ہو...... لہٰذا میں تمھیں ایک ہفتے کی چھٹی دیتا

ہوں...... اس بات کا خیال رہے کہ انسپکٹر فیاض خان دولت رائے کا گہرا دوست ہے...... اور وہاں اس کا آنا جانا ہے۔"

"بس یہی بات خطرناک ہے...... پہلے میرا منصوبہ اسی لیے ناکام ہو گیا تھا۔" نومی نے کہا۔

"یہی وجہ ہے کہ میں تمھیں ایک ہفتہ غور و خوض کے لیے دے رہا ہوں......"

"ایک ہفتہ غور کرنے کے بعد میں آپ سے بات کروں گا باس......! پھر آپ کو بتاؤں گا...... یہ کام میرے بس کا ہے یا نہیں...... لیکن آپ اتنا بتا دیں...... دولت رائے کے بیٹے کو کیوں اغوا کرانا چاہتے ہیں؟"

"بھئی اس سے مال کھینچیں گے۔"

"میں نے سنا ہے...... آج تک دولت رائے کو کوئی نہیں لوٹ سکا...... نہ کوئی دھوکا دے سکا...... اس پر غور کیا آپ نے۔"

"ہاں! غور کر چکا ہوں...... کوئی وجہ معلوم نہیں ہو سکی...... بظاہر کوئی خاص حفاظتی انتظامات نہیں کر رکھے اس نے...... بیٹے کے ساتھ ایک محافظ رہتا ہے اور رات کو کوٹھی کی حفاظت تین پہرے دار کرتے ہیں...... اندر کوئی ایسا نظام قائم نہیں کہ فوری طور پر الارم بج جائے اور پولیس آ جائے...... ان سب حالات کے باوجود اگر کوئی اس کے ہاں واردات میں کامیاب نہیں ہوا تو یہ بات عجیب ضرور ہے، لیکن

اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہم ڈر جائیں...... ہمارا کام تو یہی ہے...... دوسروں کی دولت کو اپنا بنانا......" باس نے ہنس کر کہا۔

"او کے باس......! میں چلا اب ایک ہفتے بعد آؤں گا۔"

"ٹھیک ہے...... ایک بات اور فومی...... میں غدار کو کبھی زندہ نہیں چھوڑتا...... جس نے بھی مجھ سے غداری کی...... میرے شکاری کتے اس تک پہنچ گئے...... وہ غدار کی بُو کو فوراً پہچان لیتے ہیں...... تم ان کی جھلک ان کے باڑے میں دیکھ ہی چکے ہو گے...... وہ کس قدر خوف ناک ہیں۔"

"ان کا ذکر نہ کرو باس......! مارے خوف کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں...... سوال یہ ہے کہ آپ کو یہ خیال کیسے آ گیا کہ میں آپ سے غداری کرنے کے بارے میں سوچ سکتا ہوں۔"

"میں نے ایسا نہیں سوچا...... نہ میں ایسا سوچنے کا عادی ہوں...... یہ تو میرا ایک اصول ہے...... اور میں اپنا اصول تمام کام کرنے والوں کو بتاتا ہوں...... تم نئے نئے ملازم ہوئے ہو نا۔ شاید بتا نہیں سکا تھا۔"

"جی ہاں! یہ تو ہے، آپ نے مجھے بتایا نہیں تھا۔"

"چلو خیر......! اب تو تمھیں یہ بات معلوم ہو گئی...... اُمید ہے، کبھی بھول کر بھی ایسا نہیں کرو گے۔"

"بالکل بے فکر رہیں...... میں جس کے لیے کام کرتا ہوں، بس اسی کا ہو کر رہتا ہوں...... پھر مجھے دنیا کا بڑے سے بڑا لالچ بھی دیا جائے تو میں اس سے غداری نہیں کرتا، یہ تعریف تو ہے...... لیکن یہ بات جرائم کی دنیا میں مشہور ہے۔"

"اور مجھے ایسے ہی آدمی پسند ہیں......" باس ہنسا۔

"میں چلا باس۔"

"او کے۔"

☆☆☆☆☆

ایک ہفتے بعد فومی باس کے کمرے میں داخل ہوا...... باس نے اس کی طرف دیکھے بغیر کہا:

"ایک ہفتے کی محنت کا کچھ نتیجہ نکلا؟"

"صفر!" فومی کے لہجے میں مایوسی تھی۔

"کیا مطلب؟"

"وہاں اب حفاظتی انتظامات بے تحاشہ ہیں...... دولت رائے نے بہت سے انتظامات کر لیے ہیں۔ سنا ہے...... وہ اس مرتبہ قومی اسمبلی کا الیکشن لڑے گا...... سیاسی لیڈر بن چکا ہے۔ اب چوں کہ اس کے سیاسی مخالفین بہت ہیں، اس لیے حفاظتی انتظامات بھی بہت کیے گئے ہیں جب کہ پہلے ایسا نہیں تھا......"

"تب پھر ہمارے کام کا کیا ہوگا؟"

"وہاں واردات کرنا سیدھا جیل جانے کے برابر ہے۔ اگر آپ مجھے جیل بھیجنا چاہتے ہیں تو آپ کی مرضی...... میں اس کے بیٹے کو اغوا کرنے کی کوشش کرسکتا ہوں......"

"میں ایسے جوابات سننے کا عادی نہیں...... میرے پاس کام کرنے والے انکار نہیں کرتے...... میں صرف ہاں سننے کا عادی ہوں فومی......!" باس نے برا سا منہ بنایا۔

"تب پھر بیٹے کو اغوا کرنے سے کہیں یہ بہتر نہیں کہ اس کے گھر میں ڈاکا ڈالا جائے؟"

"کچھ ہاتھ نہیں آئے گا، ہر چیز تو بنکوں میں رکھتے ہیں یہ لوگ...... اب تو نقد رقم کے علاوہ زیورات اور جواہرات کے لیے بھی بنکوں میں لاکر ملتے ہیں...... لہٰذا گھروں میں تو بس گھریلو استعمال کی چیزیں ملتی ہیں...... انھیں کیا ہم چاٹیں گے......؟"

"فومی......! میں تمھیں ایک ہفتے کی اور مہلت دیتا ہوں...... تم جاؤ......! غور سے معمولات کا جائزہ لو......! پھر مجھے آکر خبر سنانا کہ تم یہ کام کیسے کرسکو گے۔"

"اچھی بات ہے باس......! اب میں سمجھ گیا۔" فومی مسکرایا۔

"کیا سمجھ گئے......؟"

"یہ کہ مجھے یہ کام کرنا ہی ہوگا...... میں آٹھ دن بعد آکر بتاؤں گا...... میں یہ کام کیسے کرسکتا ہوں...... یہ نہیں کہوں گا کہ نہیں کرسکتا۔"

"یہ ہوئی نا بات۔" اس مرتبہ باس بہت زور سے مسکرایا۔

☆☆☆☆☆

دولت رائے کے بیٹے کا محافظ اندر داخل ہوا۔ اس کے چہرے پر فکر کے بادل تیر رہے تھے:

"کیا ہوا ہاشم خان؟" دولت رائے نے حیرت بھری نظروں سے اس کی طرف دیکھا۔

"سر! میں کچھ خوف محسوس کر رہا ہوں...... کوئی شخص مسلسل ہماری نگرانی کر رہا ہے...... ہم جہاں بھی جاتے ہیں...... وہ ہمارے تعاقب میں ہوتا ہے...... اور ایسا پندرہ دن سے ہو رہا ہے...... شروع میں تو اس کی نگرانی کا یہ حال نہیں تھا...... لیکن پانچ چھ دن سے مسلسل یہ حال ہے کہ تعاقب میں ضرور ہوتا ہے۔"

"تم نے یہ بات پہلے ہی کیوں نہ بتائی......؟ ایک منٹ ٹھہرو!" دولت رائے نے انسپکٹر فیاض خان کے نمبر ملائے۔

"دولت رائے بات کر رہا ہوں دوست! میں کچھ پریشانی محسوس کر رہا ہوں...... ذرا آسکتے ہو۔"

"ہاں! کیوں نہیں۔"

تھوڑی دیر بعد انسپکٹر فیاض خان اندر داخل ہوئے اور علیک سلیک کے بعد بولے۔

"ہاں تو کیا معاملہ ہے۔"

"پندرہ دن سے کوئی عادل کی گاڑی کا تعاقب کر رہا ہے...... چھ سات دن سے تو اس کے تعاقب میں بہت زیادہ شدت آ گئی ہے۔"

"او ہو اچھا......! کیا حلیہ ہے اس کا؟" انسپکٹر فیاض نے ہاشم خان کی طرف مڑتے ہوئے کہا۔

ہاشم خان نے حلیہ بتا دیا...... انسپکٹر فیاض نے منہ بنا کر کہا۔

"ظاہر ہے...... وہ شخص میک اپ میں ہے...... خیر......! اب آپ کو عادل بیٹے کو لے کر گھر سے کب نکلنا ہے؟"

"عصر کے بعد انھیں اپنے دوست ارشد کے ہاں جانا ہے۔"

"ارشد صاحب کہاں رہتے ہیں؟"

"فیروز کالونی کوٹھی نمبر ۳۔"

"بس ٹھیک ہے......! آپ آج بھی معمول کے مطابق گھر سے نکلیں...... بالکل کوئی پریشانی چہرے سے ظاہر نہ ہونے دیں...... میں دیکھ لوں گا...... اور

رائے صاحب......! اب میں کل آپ سے رابطہ کروں گا۔"

"بہت اچھا میرے دوست......! مجھے امید ہے...... اللہ تعالیٰ ہمیں ہر طرح کی پریشانی سے بچا لیں گے۔"

"ان شاء اللہ تعالیٰ......!" فیاض خان اور ہاشم خان کے منہ سے نکلا۔

انسپکٹر فیاض خان اور باڈی گارڈ ہاشم خان کے جانے کے بعد دولت رائے نے گھنٹی کا بٹن دبا دیا۔ جلد ہی ایک شریف صورت نوجوان اندر داخل ہوا:

"عمران الحق صاحب! میں پریشانی سی محسوس کر رہا ہوں۔"

"میں ابھی شروع ہو جاتا ہوں سر...... اللہ مہربانی فرمائیں گے......"

"بس یہی کہنا تھا۔"

"بہتر ہو گا کہ آپ پریشانی کی نوعیت بتا دیں...... تا کہ اسی کی مطابقت سے کام شروع کیا جائے۔"

"کوئی نا معلوم آدمی ہاشم خان والی گاڑی کی نگرانی کر رہا ہے...... اور ایسا دس بارہ دن سے ہے...... گویا اس کی نظریں عادل پر ہیں...... یہ بات مجھے آج ہی ہاشم خان نے بتائی ہے...... میں نے انسپکٹر فیاض سے رابطہ کیا...... وہ یہاں آئے تھے...... ساری بات سن کر ابھی ابھی گئے ہیں...... وہ اپنا کام کریں گے...... آپ کو اپنا کام کرنا ہے...... آپ جانتے ہیں...... میں ہمیشہ دونوں رخ اختیار کرتا ہوں۔"

"بہت اچھی طرح جانتا ہوں...... اور مجھے تو آپ نے خاص طور پر رکھا ہی اسی لیے ہے۔"

"خوب...... بس آپ شروع ہو جائیں اور بالکل پروا نہ کریں...... میں آپ سے کچھ نہیں پوچھوں گا......"

"ٹھیک ہے...... میں جانتا ہوں...... آپ فکر نہ کریں۔" یہ کہتے ہوئے عمران الحق اٹھ کھڑے ہوئے۔

اسی روز مغرب کے بعد دولت رائے کے فون کی گھنٹی بجی۔

"دولت رائے صاحب! یہ ایک حیرت انگیز بات ہے...... آج اس شخص نے تعاقب نہیں کیا۔"

"اوہ! مطلب یہ کہ آپ اسے نہیں دیکھ سکے۔"

"نہیں اور اس بات کا مجھے افسوس ہے...... ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس نے میری گاڑی کو آپ کے ہاں آتے ہوئے دیکھ لیا...... بس وہ غائب ہو گیا...... ویسے میں نے ایک حد تک اندازہ لگا بھی لیا کہ وہ کون ہو سکتا ہے۔"

"کون ہو سکتا ہے؟" دولت رائے بولے۔

"فومی...... وہ جس نے کچھ مدت پہلے یہاں ملازمت کی تھی...... لیکن میں نے اسے پہچان لیا تھا...... غالباً اتنی مدت گزرنے پر اب وہ پھر منظر عام پر آیا ہے......

اور کوئی واردات کرنا چاہتا ہے، لیکن آپ فکر نہ کریں...... ہم اسے کام یاب نہیں ہونے دیں گے...... اب میرے آدمی مسلسل ہاشم خان کی گاڑی کو نظر میں رکھیں گے۔"

"شکریہ! لیکن آخر وہ چاہتا کیا ہے؟"

"دو سال پہلے جب اس نے یہاں ملازمت کی تھی اور میں نے اسے پکڑ لیا تھا...... اس وقت میں نے اس سے اگلوا لیا تھا...... اس نے اقرار کیا تھا کہ وہ گھر میں چوری کی مکمل واردات کرنا چاہتا تھا۔ اس وقت وہ ایسا نہیں کر سکا تھا...... لیکن اب شاید اس نے پھر سے اپنے منصوبے پر عمل شروع کیا ہے......"

"سوال یہ ہے کہ وہ عادل کی گاڑی کا تعاقب کیوں کرتا ہے۔"

"میں تو اسی نتیجے پر پہنچا ہوں کہ وہ عادل کو اغوا کرنا چاہتا ہے...... تاکہ عادل کے بدلے آپ سے بڑی سے بڑی رقم وصول کر سکے...... لیکن یہ کام اس کے لیے بہت خطرناک اور مشکل ثابت ہوگا...... اللہ نے چاہا تو ہم اسے کام یاب نہیں ہونے دیں گے۔"

"ان شاء اللہ!" ان کے منہ سے نکلا۔

فومی باس کے کمرے میں داخل ہوا۔ اس کے چہرے پر کام یابی کی علامت تھی۔

"میں اپنا کام کرنے کے قابل ہو گیا ہوں باس!"

"بہت خوب! ذرا میں بھی تو سنوں۔"

"ضرور باس! کیوں نہیں! ہر جمعرات کو دولت رائے کا بیٹا اپنے گہرے دوست ارشد سے عصر کے بعد ملنے کے لیے ضرور جاتا ہے...... اس جمعرات کو بھی وہ وہاں جائے گا...... میں ارشد کے گھر کے اندر ہو آیا ہوں......"

"اوہو...... وہ کیسے۔"

"کوٹھی میں کچھ کام ہو رہا ہے...... وہاں مزدور لگے ہوئے تھے...... بس ایک مزدور سے دوستی گانٹھ لی...... اسے کچھ چیزیں کھلائیں...... اور اس سے درخواست کی کہ مجھے بھی مزدوری پر رکھوا دے...... اس طرح میں نے وہاں دو دن تک مزدوری کی ہے۔"

"بہت خوب فومی! یہ ہوئی نا بات......"

"اب میں اس کوٹھی کے اندر تک گھوم پھر چکا ہوں...... میں نے وہ کمرہ بھی دیکھ لیا ہے...... جس میں دونوں دوست ملاقات کرتے ہیں...... ان کی ملاقات ایک گھنٹے تک جاری رہتی ہے...... بس میں اس دوران اسے غائب کر دوں گا...... کیوں کہ کوٹھی کے پچھلے حصے کی طرف سے اسے غائب کرنا حد درجے آسان ہوگا...... اس طرف کوئی نہیں ہوتا...... اُس طرف درختوں کا سلسلہ دور تک چلا گیا ہے...... اگر ہم درختوں کا یہ سلسلہ عبور کر لیں تو ایک اور سڑک پر جا نکلتے ہیں اور اس سڑک سے میں عادل کو لے اڑوں گا...... پھر عادل آپ کے ہاتھوں میں ہوگا...... گویا دولت رائے آپ کے ہاتھوں میں ہوگا۔"

"بہت خوب! یہ ہوئی نا بات!" باس مسکرا دیا۔

"بس اب ہمیں جمعرات تک انتظار کرنا ہے۔"

"اور یہ کافی مشکل کام ہے...... لیکن خیر...... آخر جمعرات کا دن آ ہی جائے گا...... اور فومی یہ بھی سن لو، اس کام میں تمھارا حصہ پچیس فیصد ہوگا...... یعنی جتنی رقم ہم دولت رائے سے حاصل کریں گے، اس کا چوتھا حصہ تمھارا...... تم جانتے ہی ہو، وہ کتنا دولت مند ہے...... میرا خیال ہے، ہم ایک بہت بڑی رقم اس سے وصول کر سکیں گے؟"

"میرا بھی یہی خیال ہے باس...... بس فکر ہے تو انسپکٹر فیاض کی......"

"دیکھا جائے گا...... اس قسم کے کاموں میں یہ تو ہوتا ہے......"

ایسے میں دروازے کی گھنٹی بجی...... ملازم نے آ کر بتایا کہ کوئی ابرار بھائی ملنے کے لیے آئے ہیں۔ ابرار بھائی کا نام سن کر باس زور سے چونکا۔ اس نے فومی سے کہا:

"فومی! تم ذرا ساتھ والے کمرے میں چلے جاؤ...... میں نہیں چاہتا، میرا کوئی ملاقاتی، تمھیں میرے ساتھ دیکھے۔"

"ٹھیک ہے باس۔" اس نے کہا اور اٹھ کر ساتھ والے کمرے میں چلا گیا۔

جلد ہی قدموں کی آواز ابھری...... باس نے چہکتی آواز میں کہا:

"آیئے ابرار بھائی......"

"میں خبر سننے کے لیے بے چین ہوں...... آپ نے زیادہ ہی دن لگا دیے......"

"زیادہ دن لگنے کی وجہ تھی...... لیکن اب کام تیار ہے...... جمعرات کے دن شام تک دولت رائے کے بیٹے کو اغوا کر لیا جائے گا...... اور پھر اس سے ایک بہت بڑی رقم کا مطالبہ کیا جائے گا۔"

"نہیں......" ابرار بھائی نے سخت لہجے میں کہا۔

"کیا کہا...... نہیں؟"

"ہاں! میں نے یہی کہا ہے...... نہیں...... بڑی سے بڑی رقم اس کے بیٹے کے بدلے میں آپ کو میں دوں گا۔"

"کیا مطلب؟"

"دولت رائے کا بیٹا اسے واپس نہیں کیا جائے گا...... اپنی بقیہ زندگی وہ بیٹے کے غم میں پاگلوں کی سی گزارے گا...... اس کا بیٹا میری قید میں رہے گا......"

"آپ...... ابرار بھائی...... آپ ایسا کیوں کرنا چاہتے ہیں......؟ ہمیں تو چاہیے...... اس سے بڑی رقم حاصل کریں اور بیٹا اس کے حوالے کر دیں۔"

"پاگل ہو گئے ہو...... دولت کی اس کے پاس کیا کمی ہے...... اور دولت تو وہ الیکشن جیتنے کے بعد پھر کما لے گا...... میں تو چاہتا ہوں...... وہ پاگل ہو جائے...... بیٹے کے سوا اسے کچھ سجھائی نہ دے...... غم میں گھل گھل کر مر جائے...... میرے

مقابلے میں کبھی کامیاب نہ ہو سکے...... تمہیں معلوم ہونا چاہیے...... میں اس کے مقابلے میں الیکشن لڑ رہا ہوں...... بیٹے کو اغوا کر کے ہم آسانی سے الیکشن سے دست بردار ہونے کے لیے کہہ سکیں گے...... اور جب وہ بیٹھ جائے گا تو پھر میرے مقابلے پر کوئی بھی نہیں رہ جائے گا...... میرے مقابلے میں مضبوط ترین...... بل کہ مجھ سے زیادہ مضبوط امیدوار بس وہی ہے...... یہ ہے میرا منصوبہ۔"

"اوہ......" باس دھک سے رہ گیا۔

"یہ کام آپ کرنے کے لیے تیار ہیں یا نہیں...... اگر نہیں تو صاف صاف کہہ دیں...... پھر میں ڈنگو بابا سے رابطہ کروں گا...... جتنی بڑی رقم اس کام کے لیے میں دے رہا ہوں...... اتنی بڑی رقم میں تو لوگ دس بار عادل کو اغوا کرنے کے لیے تیار ہو جائیں گے۔"

"نہیں...... یہ کام میں ہی کروں گا...... آپ فکر نہ کریں۔"

"اچھی بات ہے...... میں چلا۔"

ابرار بھائی نے باس سے ہاتھ ملایا اور چلا گیا...... فوراً ہی فوی کمرے میں داخل ہوا...... اس کا چہرہ تنا ہوا تھا:

"یہ تو بہت خوف ناک منصوبہ ہے باس!"

"مجھے خود معلوم نہیں تھا کہ اس شخص کا پروگرام کیا ہے...... میں تو یہی سمجھ رہا تھا

کہ یہ خود دولت رائے سے سودے بازی کرے گا اور ہمیں ہماری رقم دے دے گا۔"

"لیکن باس! آپ نے مجھے تو اس کے بارے میں کچھ بتایا ہی نہیں تھا۔"

"ابھی اصل مسئلہ تو رقم کا ہے نا...... رقم ہمیں دولت رائے سے ملے یا ابرار بھائی سے، اس سے کیا فرق پڑتا ہے...... ہمیں تو بس یہ کام کرنا ہے۔"

"یہ تو ٹھیک ہے باس...... لیکن رقم لے کر بیٹا واپس کرنا اچھا ہے...... بجائے اس کے کہ ہم بیٹا کسی اور کے حوالے کر کے اس سے رقم لیں...... اور وہ دولت رائے کو اس کا بیٹا نہ دے۔"

"اوہو! ہمیں اس سے کیا۔"

"ہوں! آپ ٹھیک کہتے ہیں...... خیر آپ فکر نہ کریں، جمعرات کو عصر کے بعد عادل آپ کے قبضے میں ہوگا...... آپ جو چاہیں کریں...... مجھے اس سے کوئی غرض نہیں ہوگی...... میں تو اپنا حصہ لے کر اس معاملے سے خود کو الگ کر لوں گا۔"

"بالکل ٹھیک۔"

"اچھا تو میں چلا...... اب جمعرات کے دن ہی ملاقات ہوگی۔"

"بہت محتاط رہنے کی ضرورت ہے فومی...... انسپکٹر فیاض کا خاص طور پر خیال رکھنا۔"

"آپ فکر نہ کریں۔"

اس نے کہا اور کمرے سے نکل آیا...... اور پھر جمعرات کے دن عصر سے پہلے ہی وہ ارشد کے گھر میں داخل ہو گیا...... اس نے پہلے ہی سارا انتظام کر لیا تھا...... اب اسے انتظار تھا عادل کے پہنچنے کا۔

آخر گھر سے باہر عادل کی گاڑی کا ہارن سنائی دیا...... وہ جلدی سے سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ منصوبے پر عمل کا وقت آ گیا تھا۔

☆☆☆☆☆

باس کی کوٹھی کے دروازے کی گھنٹی بجی...... اندر بیٹھے باس نے گھڑی پر نظر ڈالی...... وہ پہلے ہی بے تابانہ انداز میں انتظار کر رہا تھا...... گاڑی کے ہارن نے بھی اسے بتا دیا...... آنے والا فومی تھا...... اس نے ملازم کو بلانے کی بجائے خود دروازے کا رخ کیا اور گیٹ کھول دیا...... فومی گاڑی اندر لے آیا...... باس نے فوراً گیٹ بند کر دیا......

"گھر میں کوئی اور تو نہیں ہے باس؟" فومی نے دبی آواز میں کہا۔

"نہیں...... سب کو چھٹی دے چکا ہوں...... گھر کے افراد تو یہاں پہلے ہی نہیں رہتے، میدان صاف ہے۔" باس مسکرایا۔

"ٹھیک ہے...... آپ اندر چلیں...... میں گاڑی کو ایک طرف کر کے، اسے ڈگی سے نکال کر لاتا ہوں۔"

"اچھا۔" اس نے کہا۔

باس نے اندر کا رخ کیا...... جلد ہی فومی بے ہوش عادل کو کندھے پر ڈالے اندر داخل ہوا اور اسے صوفے پر لٹا دیا......

"باس! میری رقم مجھے دے دو...... میں جلد از جلد اس معاملے سے الگ ہو جانا چاہتا ہوں۔"

"ہاں کیوں نہیں......" باس نے کہا اور تجوری کھول کر نوٹوں کے بنڈل اس کے آگے ڈھیر کر دیے...... فومی نے کوٹ کی جیب میں سے ایک تھیلا نکالا اور بنڈل اس میں رکھنے لگا...... ادھر باس فون پر نمبر ملانے لگا...... سلسلہ ملتے ہی اس نے کہا:

"ابرار بھائی...... کام ہو گیا ہے...... رقم لے کر آ جائیں اور اپنی امانت لے جائیں......"

دوسری طرف کا جواب سن کر اس نے فون بند کر دیا۔

"وہ آ رہے ہیں۔"

"میں تو پھر چلا باس......"

"ہاں تم جاؤ......"

فومی تیز تیز قدم اٹھاتا باہر نکل گیا...... باس کو کچھ خیال آیا...... وہ بھی فوراً گیٹ تک آیا...... فومی اپنی کار باہر نکال رہا تھا...... اس کے نکلتے ہی باس نے گیٹ بند

کر لیا...... اب اسے ابرار کا انتظار تھا...... ایک ایک پل گزارنا اس کے لیے مشکل ہو رہا تھا......

آخر بیس منٹ بعد پہلے کار کا ہارن سنائی دیا...... پھر دروازے کی گھنٹی بجی۔

باس اٹھ کر باہر آیا اور گیٹ کھول دیا...... ابرار اپنی کار اندر لے آیا...... ساتھ ہی باس نے گیٹ بند کر دیا۔

"ہاں تو...... کہاں ہے دولت رائے کا بیٹا؟"

"اندر میرے کمرے میں...... رقم لائے ہیں۔"

"تو اور کیا...... میں رقم کے بغیر آ جاتا؟"

"بہت خوب! تشریف لائیے۔"

دونوں اندر آئے...... عادل اسی طرح بے سدھ پڑا تھا...... اس پر ایک نظر ڈالتے ہوئے اس نے ہاتھ میں تھاما بریف کیس کھول ڈالا...... وہ سبز نوٹوں سے بھرا ہوا تھا۔

"یہ لو شیخ فاری...... اپنی رقم گن لو۔"

"گننے کی ضرورت نہیں...... مجھے آپ پر اعتماد ہے......"

"شکریہ...... اب اسے اٹھا کر ڈگی تک لے جانے میں میری مدد کریں...... ویسے یہ زیادہ وزنی تو لگتا نہیں۔"

"نہیں...... ہلکے جسم کا ہے۔"

دونوں نے مل کر عادل کو اٹھایا اور گاڑی تک لے آئے...... ابرار نے ڈگی کھولی اور دونوں نے عادل کو اٹھا کر ڈگی میں ڈال دیا...... ابرار نے ڈگی بند کر دی۔

"اچھا شیخ فاری...... آپ کا شکریہ...... میں چلا...... آپ گیٹ بند کر لیں۔"

"ٹھیک ہے۔"

باس نے کہا اور گیٹ کھول دیا...... دوسرے ہی لمحے دونوں بہت زور سے اچھلے...... ان کی آنکھوں میں خوف دوڑ گیا...... باہر گیٹ پر پولیس کی جیپ موجود تھی اور بیس کے قریب پولیس مین رائفلیں تانے کھڑے تھے۔

"آپ دونوں ہاتھ اوپر اٹھا دیں......" انسپکٹر فیاض کی آواز گونجی۔

"کیا معاملہ ہے جناب......! میرے دروازے پر پولیس؟" باس نے ناخوش گوار لہجے میں کہا۔

"ہمیں اس کار کی تلاشی لینی ہے۔"

"لیکن کیوں......؟ کس لیے......؟" ابرار نے تنک کر کہا۔

"یہ آپ ہیں ابرار بھائی...... مشہور سیاست دان...... جو اس مرتبہ قومی اسمبلی کا الیکشن بھی لڑ رہے ہیں...... وہ بھی دولت رائے صاحب کے مقابلے میں۔"

"ہاں! کیوں......؟ کیا ان کے مقابلے میں الیکشن لڑنا جرم ہے؟"

"کسی کے مقابلے میں الیکشن لڑنا جرم نہیں ہے...... لیکن کسی کے بچے کو اغوا کرنا سنگین جرم ہے...... آپ فوراً سے پہلے اپنی کار کی ڈگی کھولیں۔"

"کیا کہا آپ نے...... اغوا......؟ آپ کا مطلب ہے...... ہم نے کسی بچے کو اغوا کیا ہے......؟ آپ کو ضرور کسی نے غلط خبر دی ہے۔"

"آپ اِدھر اُدھر کی باتیں نہ کریں...... اگر آپ نے کسی بچے کو اغوا نہیں کیا تو ڈگی کھول کر دکھانے میں کیا حرج ہے......؟ اگر آپ نے اب فوری طور پر ڈگی نہ کھولی تو میں آپ کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کروں گا...... کھولیں ڈگی!" انسپکٹر فیاض خان نے گرج کر کہا۔

"انسپکٹر! میں تمھیں دیکھ لوں گا......!" یہ کہتے ہوئے ابرار نے ڈگی کھول دی۔

"بچے کو باہر نکال کر فوراً دولت رائے تک لے جاؤ۔"

"جی اچھا۔" ماتحت نے کہا۔

ساتھ ہی ابرار بھائی اور شیخ فاری کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں پہنا دی گئیں۔

"آپ کے ساتھ اس کام میں اور کون شریک ہے۔"

"فومی......" باس نے منہ بنا کر کہا۔

"میں فومی کو جانتا ہوں...... وہ ایک سزا یافتہ مجرم ہے...... ابھی کچھ ہی مدت پہلے جیل سے رہا ہو کر آیا ہے اور غالباً رہائی کے بعد یہ اس کی پہلی واردات ہے......

یہی بات ہے نا......؟"

"یہ آپ مجھ سے کیوں پوچھ رہے ہیں......؟ اسی سے پوچھیے گا...... یہ ہمارے خلاف کوئی سازش ہے...... میں اپنے دوست شیخ فاری سے ملاقات کے لیے آیا تھا...... میں ان کے ساتھ اندر تھا...... غالباً اس وقت کسی نے میری ڈگی میں یہ بچہ رکھ دیا...... آج کل ڈگی کھولنا کیا مشکل ہے۔ ماہر لوگ پلک جھپکتے میں کھول لیتے ہیں...... اور میرا خیال ہے...... یہ سازش ہمارے مخالف دوست دولت رائے نے کی ہے...... ہمارے وکیل ملک کے ماہر ترین وکیل ہیں...... وہ ہمارے خلاف اس سازش کی دھجیاں بکھیر دیں گے۔"

"دیکھا جائے گا۔" انسپکٹر فیاض نے کندھے اچکائے، پھر اپنے ماتحتوں سے بولے:

"لے چلو انھیں......! ہم آج ہی شام ان کی ملاقات فومی سے کرائیں گے۔"

"او کے سر۔"

☆☆☆☆☆

شام کے وقت پولیس اسٹیشن کے ایک بڑے کمرے میں دولت رائے موجود تھے۔ ان کے ساتھ انسپکٹر فیاض خان بیٹھے تھے...... سامنے ہی کرسیوں پر ابرار بھائی اور شیخ فاری موجود تھے۔ ان کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں تھیں۔ ایسے میں انسپکٹر فیاض نے ان سے مخاطب ہو کر کہا:

"آپ لوگوں کو معلوم ہے...... آپ کا منصوبہ کیسے ناکام ہو گیا؟"

"نہیں! ہم اسی بات پر تو حیران ہیں۔"

"ہم آپ کی حیرت دور کیے دیتے ہیں...... اگرچہ اصل وجہ خود ہمیں بھی ابھی تک معلوم نہیں۔" انسپکٹر فیاض بولے۔

"انسپکٹر صاحب! یہ بات آپ اپنی حد تک کہہ سکتے ہیں۔ میرے بارے میں نہیں۔"

دولت رائے مُسکرائے۔

"کیا مطلب!" انسپکٹر فیاض چونکے۔

"آپ کہہ سکتے ہیں کہ آپ کو وجہ معلوم نہیں...... لیکن مجھے وجہ معلوم ہے۔"

"اوہو اچھا......!" انسپکٹر فیاض کے لہجے میں حیرت تھی۔

"پہلے آپ وضاحت کریں...... یہ سب کیسے ہوا۔"

"لے آؤ بھئی انھیں......!"

انسپکٹر فیاض نے ہانک لگائی...... فوراً ہی ان کا ایک ماتحت فومی کو ساتھ لیے اندر داخل ہوا۔ انسپکٹر فیاض فوراً اُٹھ کھڑے ہوئے اور بہت باعزت انداز میں اس سے ہاتھ ملایا۔ پھر دولت رائے نے بھی اٹھ کر گرم جوشی سے ہاتھ ملایا۔

"یہ کیا......!! ہمیں اس کے ہاتھ میں ہتھکڑیاں نظر نہیں آ رہیں...... جب کہ یہ

اس منصوبے میں برابر کا شریک ہے۔"

"یہ شریک تھے...... عادل کو اغوا کرنے کے لیے یہ ارشد کے گھر میں بھی پہنچ گئے مگر اچانک نہ جانے انھیں کیا ہوا، یہ باہر نکل آئے اور پھر انھوں نے مجھے فون کر دیا...... میں ارشد کے گھر کے سامنے والی طرف موجود تھا...... کیوں کہ فوی صاحب کی مسلسل نگرانی سے یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ عادل صاحب خطرے میں ہیں...... بس انھوں نے سارا منصوبہ مجھے سنا دیا۔ اس کے بعد انھوں نے جو کچھ کیا، میری ہدایات کے مطابق کیا۔ ہم نے عادل کو بھی اچھی طرح سمجھا دیا تھا...... انھوں نے بھی اپنا کردار اچھی طرح نبھایا...... اس طرح میں نے آپ کو ثبوت سمیت گرفتار کر لیا۔"

"اور...... اس غدار نے مجھ سے بڑی رقم وصول کی ہے۔"

"اس کا ذکر بھی انھوں نے پہلے ہی کر دیا تھا...... اور وہ رقم انھوں نے میرے حوالے کر دی ہے...... ہم اب تک حیران صرف اس بات پر ہیں کہ یہ اچانک تبدیلی ان میں کیسے آ گئی۔"

"میں خود نہیں جانتا......؟ کسی انجانی طاقت نے مجھے ایسا کرنے پر مجبور کیا تھا۔"

"میں بتائے دیتا ہوں۔" دولت رائے مسکرائے۔

"کیا مطلب!!" ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

"جب بھی میں کوئی پریشانی محسوس کرتا ہوں...... فوراً صدقہ دینے کا اہتمام شروع کر دیتا ہوں...... کیوں کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے کہ صدقہ بلاؤں کو ٹالتا ہے...... جوں ہی میرے ڈرائیور نے مسلسل تعاقب کی باتیں مجھے بتائیں...... میں نے اپنے ملازم کو دن رات صدقے پہ صدقہ کرنے کا حکم دیا...... اور اس نے فوراً عمل شروع کر دیا۔ اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ وہ انجانی طاقت جس نے فوی کو روک دیا...... وہ ان صدقات کی طاقت تھی......"

"اوہ...... اوہ......!" ان کے منہ سے نکلا۔

"اور میں یہ بھی واضح کر دوں کہ اب یہ ایک باعزت شہری ہیں اور دولت رائے انھیں اپنی فرم میں ایک بہت اچھی ملازمت دے رہے ہیں۔"

ان کے چہروں پر خوشی دوڑ گئی...... البتہ دو چہرے بالکل تاریک ہو چکے تھے۔



پراسرار مہمان

"نومی! یہ مہمان میری سمجھ میں نہیں آیا۔"

"آہستہ بات کرو کاشف! تم نے سنا نہیں کہ دیواروں کے بھی کان ہوتے ہیں۔" نعمان کی جھلائی ہوئی آواز سنائی دی۔

"اوہ ہاں! یہ تو میں بھول ہی گیا۔" کاشف نے جلدی سے کہا۔

"تمھیں یوں بھی کوئی بات کب یاد رہتی ہے...... کیوں شازی؟" نعمان نے چھوٹی بہن سے تائید چاہی۔

"ہاں بالکل! تین دن پہلے بھائی نے مجھ سے رنگین پینسلوں کا ڈبا لیا تھا...... واپس دینا بھول گئے......" شازی مسکرائی۔

"بات مہمان کی ہو رہی تھی...... یہ اپنی لے کر بیٹھ گئی۔" کاشف نے منہ بنایا۔

"خیر! مہمان پر بات کر لیتے ہیں۔۔۔ مہمان دراصل اللہ تبارک وتعالیٰ کی رحمت ہوتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جس گھر میں مہمان آئیں، وہاں اللہ

تبارک وتعالیٰ کی رحمت آتی ہے۔ ہمیں تو اللہ کا شکر گزار ہونا چاہیے۔" نعمان نے جلدی جلدی کہا۔

"اس میں شک نہیں، یہ بات میں بھی مانتا ہوں، لیکن ہمارے موجودہ مہمان میں ضرور کوئی بات ہے۔ ان کی طرف دیکھنے سے مجھے خوف محسوس ہوتا ہے...... نہ جانے کیوں ان کی مسکراہٹ بھی بہت خوف ناک قسم کی ہے۔ جوں ہی میری نظر ان پر پڑتی ہے، اپنے رونگٹے کھڑے ہوتے محسوس ہوتے ہیں۔" کاشف نے کہا۔

"جب کہ ہمیں ان میں کوئی ایسی بات محسوس نہیں ہوتی۔ وہ ایک عام سے انسان ہیں۔ ہمارے ابا جان کے گہرے دوست فہیم کامرانی کے دوست ہیں۔ جب وہ پاکستان آنے لگے تو فہیم کامرانی صاحب نے ان سے کہہ دیا کہ وہاں جا کر ہوٹل میں ٹھہرنے کی ضرورت نہیں۔ وہاں میرے بچپن کے دوست آصف رشید رہتے ہیں۔ ان کی کوٹھی بہت بڑی اور خوب صورت ہے۔ وہ ایک بڑے سرکاری افسر ہیں۔ ساتھ میں انھوں نے ابا جان کے نام رقعہ بھی لکھ دیا۔ اب وہ بے چارے رقعہ لے کر ہمارے گھر آ گئے۔ تم لوگ جانتے ہی ہو، ابا جان کامرانی انکل کے دوست ہیں۔ ان کا رقعہ آئے اور وہ بات نہ مانیں، یہ ہو نہیں سکتا۔ چناں چہ ابا جان نے فوراً کہہ دیا۔ آپ کا اپنا گھر ہے، جب تک چاہیں شوق سے رہیں۔ اب اس پر کیا عجیب بات ہو گئی؟"

"ہو گئی ہے نا۔" کاشف نے اور زیادہ دبی آواز میں کہا۔

"اور وہ کیا بات ہے......" "میں تمھیں بتاتا ہوں۔ دراصل میں اس وقت اپنے باغ میں تھا۔ مہمان خانے کی کھڑکی باغ میں کھلتی ہے۔ میں نے دیکھا۔ وہ بہت پراسرار انداز میں مسکرا کر موبائل پر باتیں کر رہے تھے۔ بالکل سرگوشی کے انداز میں......ان کی آواز تو مجھ تک نہیں آ رہی تھی، لیکن میں ان کا منہ صاف دیکھ رہا تھا، لہٰذا میں یہ بات یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ کوئی نہ کوئی گڑبڑ ضرور ہے۔"

"میرے خیال میں یہ کوئی ایسی بات نہیں۔ تم دراصل جاسوسی ناول پڑھنے کے شوقین ہو۔ بس ہر وقت جاسوسی تمھارے دماغ پر سوار رہتی ہے، جب کہ ہم دونوں معاشرتی کہانیاں پڑھنا پسند کرتے ہیں اور جاسوسی کہانیاں ہمیں ایک آنکھ نہیں بھاتیں۔" نعمان نے کہا۔

"خیر! تم یہ کہہ سکتے ہو۔ یہ ٹھیک ہے کہ میں جاسوسی کہانیاں پڑھنا پسند کرتا ہوں، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ بلاوجہ کسی پر شک کرنے لگتا ہوں۔ کوئی بات محسوس ہوتی ہے تو اسے سنجیدگی سے لیتا ہوں۔ اب سنو، میں نے ایک بات اور نوٹ کی ہے۔"

"اور وہ کیا؟" یہ دونوں ایک ساتھ بولے۔

"اور وہ یہ کہ ایک دن پہلے یہ مہمان اختر بجنوری صاحب ہمارے باغیچے میں تھے اور میں اپنے کمرے میں تھا۔ کھڑکی تھوڑی سی کھلی تھی۔ اس کی درز میں سے وہ مجھے نظر آ گئے۔ جانتے ہو وہ کیا کر رہے تھے؟"

"کیا کر رہے تھے؟" اب تو دونوں کے چہروں پر بھی حد درجے دلچسپی نظر آئی۔

"وہ زمین میں ایک گڑھا کھود رہے تھے۔ ان کے ہاتھ میں ایک چھری تھی۔ اس کی مدد سے انھوں نے چھوٹا سا گڑھا کھودا اور پھر اس میں کوئی چیز دبا دی۔"

"کیا!!" مارے حیرت کے ان کے منہ سے نکلا۔ پھر نعمان نے سرسراتی آواز میں کہا:

"تت...... تو کیا تمھیں معلوم ہے کہ وہ گڑھا کہاں ہے؟"

"ہاں، کیوں نہیں۔"

"اور کیا تم نے وہ جگہ کھود کر دیکھی...... کیا تھا اس میں؟"

"نہیں! میں نے ایسا نہیں کیا۔ دراصل میں خوف محسوس کر رہا ہوں۔ جب ہم تمھارا ساتھ دیں گے تو کیا تم پھر بھی ڈرو گے؟"

"پپ...... پتا نہیں۔"

"تو پھر ہم تھوڑی دیر میں اس جگہ تک چلیں گے۔ اُس وقت اختر بجنوری صاحب ابا جان کے ساتھ چائے پی رہے ہوں گے۔"

"ہوں! اچھا۔" کاشف نے سر ہلا دیا اور پھر کمرے میں خاموشی چھا گئی۔

☆☆☆☆☆

"یہ ہے وہ جگہ..... ایسا لگ رہا ہے جیسے یہاں سے زمین کو کھودا گیا ہے۔"

کاشف نے انھیں بتایا۔

"ہاں! یہی بات ہے۔ مارے بے چینی کے میرا برا حال ہے۔ اب اس جگہ کو جلدی سے کھود ڈالو۔"

"اچھی بات ہے۔" کاشف نے تائید کی اور اُکڑوں بیٹھ گیا۔ اس نے انگلی کی مدد سے اس جگہ سے مٹی نکالنے کی کوشش کی، لیکن جگہ اتنی نرم نہیں تھی۔ اس نے ایک پودے کی شاخ توڑی اور اس کی مدد سے کھدائی کرنے لگا۔

عین اسی لمحے انھوں نے اپنے والد کو باغ میں داخل ہوتے دیکھا۔ وہ فوراً کھڑے ہو گئے اور اس جگہ سے اپنے رخ موڑ کر چند قدم آگے بڑھ گئے۔ اسی وقت ان کے والد نے انھیں دیکھ لیا۔ وہ بول اٹھے:

"بچو! تم یہاں ہو؟"

"جی ابا جان!" تینوں نے ایک ساتھ کہا اور وہاں سے چلے گئے۔

"میری طرح انھیں بھی باغات بہت پسند ہیں، اسی لیے میں نے یہ باغیچہ لگوایا ہے۔" ابا جان نے اپنے پیچھے باغیچے میں آتے ہوئے اختر بجنوری صاحب سے کہا۔

"بہت خوب!" اختر بجنوری مسکرائے۔

پھر وہ باتیں کرتے ہوئے آگے نکل گئے جب وہ کافی فاصلے پر چلے گئے تو

کاشف نے دبی آواز میں کہا:

"اس وقت گڑھا کھودنا مناسب نہیں، ابا جان اور مہمان جب باغیچے میں نہیں ہوں گے، تب ہم آئیں گے۔"

"ہاں! یہ ٹھیک رہے گا۔"

اور وہ تینوں آہستہ انداز میں چلتے ہوئے اپنے کمرے میں آ گئے۔ اب کاشف نے کھڑکی تھوڑی سی کھولی اور درز میں سے باغیچے کی طرف دیکھا۔ اس کے والد اور اختر بجنوری وہیں چہل قدمی کر رہے تھے۔ ساتھ میں دونوں باتیں بھی کر رہے تھے۔ پھر اچانک ان کے والد اندرونی حصے کی طرف قدم اٹھانے لگے اور مہمان وہیں چہل قدمی کرتے رہے۔ جلد ہی انھوں نے اپنے والد کے قدموں کی آواز سنی۔ انھوں نے اندرونی دروازے میں سے دیکھا۔ ان کے والد اپنے کمرے کی طرف جا رہے تھے۔ چند منٹ بعد انھوں نے اپنے والد کو واپس آتے دیکھا۔ ان کے ہاتھ میں چند کاغذات تھے۔ ایک بار پھر وہ باغیچے میں نظر آئے۔ انھوں نے وہ کاغذات مہمان کو دے دیے اور مہمان ان پر نظر ڈالنے لگے۔ پھر کاغذ پر لکھی تحریر پڑھنے کے بعد انھوں نے ان کو تہہ کیا اور جیب میں رکھ لیا۔ پھر دونوں باغیچے کے ایک طرف رکھی گئی کرسیوں پر بیٹھ گئے۔

"ان کا پروگرام تو فی الحال یہاں سے ہٹنے کا نہیں ہے، کیوں نہ اب ہم اس گڑھے کو کل دیکھیں۔" نعمان نے برا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے...... پھر صبح سویرے باغیچے میں آئیں گے اور دیکھیں گے کہ اس گڑھے میں کیا ہے۔ ویسے اب یہ معاملہ بہت پراسرار ہوگیا ہے۔ پہلے تو بات صرف گڑھے تک تھی، اب ان کاغذات کا معاملہ بھی شامل ہوگیا ہے۔ کیوں نا......" کاشف کہتے کہتے رک گیا۔

"کیوں نا......کیا؟ ایک تو تم میں یہ بات بہت بری ہے کہ بات کو بیچ میں چھوڑ دیتے ہو۔"

"کیوں نا میں ان کی جیب سے وہ کاغذات اڑالوں اور پھر ہم ان کو پڑھ کر دیکھیں۔"

"اوہ! یہ تو بہت خطرناک بات ہوگی۔ اگر ہم پکڑے گئے تو!" نعمان گھبرا گیا۔

"میں اتنا بے وقوف نہیں؟" کاشف نے مسکرا کر کہا۔

"تمھارا مطلب ہے ہم دونوں زیادہ بے وقوف ہیں اور تم کم۔" نعمان مسکرایا۔

"چپ!" کاشف جھینپ گیا، پھر جلدی سے بولا۔

"میرا مطلب ہے کہ میں وہ کاغذات اس وقت ان کی جیب سے نہیں نکالوں گا جب وہ قمیص پہنے ہوئے ہوں گے۔"

"تب پھر......؟"

"میں نے ان کی ایک عادت نوٹ کی ہے۔ وہ جب غسل خانے میں جاتے

ہیں نا...... اس وقت قمیص اتار کر جاتے ہیں۔ یعنی بنیان پہنے ہوتے ہیں۔ شاید انھیں گرمی بہت لگتی ہے۔"

"ہوں! اس کا مطلب ہے۔ تم بہت غور سے ان کی حرکات اور سکنات کو نوٹ کرتے رہے ہو۔"

"ہاں! یہی بات ہے۔ انھیں آئے ہوئے چھ دن ہوگئے ہیں اور پہلے روز سے ہی یہ مجھے خطرناک لگے تھے، اس لیے میں نے ان کی تمام حرکات کا غور سے معاینہ کیا ہے۔"

"تب یہ کام آسان ہے، لیکن ہمیں کیسے پتا چلے گا کہ وہ کب غسل خانے میں جاتے ہیں؟"

"ہاہاہا!" کاشف ہنسا۔

"یہ بھی کوئی ہنسنے کی بات ہے؟!" نعمان نے منہ بنایا۔

"وہ صبح ٹھیک سات بجے نہانے کے لیے جاتے ہیں۔ یہ بات بھی میں نے نوٹ کی ہے۔"

"حیرت ہے...... کیا کوئی نہانے کے لیے بھی اس حد تک مقررہ وقت پر جاتا ہے۔"

"ہوتے ہوں گے ایسے بھی کچھ لوگ۔" کاشف نے منہ بنایا۔

"تب پھر یہ دونوں کام ہم کل کریں گے۔ سات بجے تم ان کی جیب سے وہ کاغذات نکالو گے اور پھر ہم باغیچے میں اس گڑھے کو دیکھیں گے۔"

"ہوں! ٹھیک ہے۔"

اسی وقت ان کی امی کی آواز سنائی دی۔

"بچو! کہاں ہو؟ کھانا لگ گیا ہے۔"

اور وہ اٹھ کھڑے ہوئے۔

دوسرے دن اتوار تھا۔ ان کی اسکول کی چھٹی تھی۔ وہ تینوں اپنے کمرے میں بیٹھے کھسر پھسر کر رہے تھے۔ انھیں انتظار تھا سات بجنے کا۔ پھر جوں ہی گھڑی میں سات بجے، وہ اٹھ کھڑے ہوئے۔ اس وقت کاشف نے کہا:

"ہمیں کم از کم ایک منٹ تو ٹھہرنا چاہیے۔"

"اوہ ہاں!" نعمان نے ہاں میں سر ہلایا۔

پھر ایک منٹ بعد وہ مہمان کے کمرے میں داخل ہوئے۔ مہمان غسل خانے میں جا چکے تھے۔ کاشف نے احتیاط کے طور پر کمرے کا دروازہ بند کر دیا، البتہ تھوڑا سا کھلا رہنے دیا۔ اب اس نے مہمان کی قمیص کی جیب میں ہاتھ ڈالا۔ دوسرے ہی لمحے وہ گھبرا گیا۔ مہمان کی جیب میں کاغذات تو نہیں تھے، لیکن اس میں ایک سخت سی چیز موجود تھی۔ اس نے جلدی سے ہاتھ باہر نکالا تو اس میں سیاہ

رنگ کا ایک چھوٹا سا پستول تھا۔

"خبردار! ٹٹ...... ٹریگر نہ دبا دینا۔" نعمان گھبرا گیا، لیکن اس نے آواز بلند نہیں ہونے دی تھی۔ کاشف نے کانپتے ہاتھ سے پستول پھر جیب میں رکھ دیا اور تینوں دبے پاؤں نکل آئے۔ اب وہ تیزی سے باغیچے میں جا رہے تھے۔ پھر جوں ہی وہ وہاں پہنچے، جہاں کاشف نے مہمان کو کوئی چیز دباتے دیکھا تھا تو

تینوں دھک سے رہ گئے۔ زمین کھدی پڑی تھی اور وہاں کچھ نہیں تھا۔

تینوں اپنے کمرے میں بیٹھے ایک دوسرے کو خالی خالی نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ آخر کاشف نے خاموشی کو توڑا:

"مہمان کی جیب میں پستول خطرے کی گھنٹی ہے۔ پھر گڑھا کھود کر وہ چیز بھی نکال لی گئی جو انھوں نے دبائی تھی۔ جیب میں وہ کاغذات بھی نہیں ہیں جو کل انھیں ابا جان نے دیے تھے۔ اب یہ معاملہ ابا جان کے علم میں لایا جانا ضروری ہے۔"

"ہاں بالکل! مہمان فرار کے چکر میں ہے اور اس نے محسوس کر لیا ہے کہ ہم ان پر شک کر رہے ہیں۔" نعمان نے کہا۔

"تب پھر ہمیں اسی وقت ابا جان کو بتا دینا چاہیے...... آؤ چلیں...... مہمان ابھی نہا رہے ہیں۔ ان کے باہر آنے سے پہلے پہلے ہمیں چاہیے کہ ابا جان کو خبر کر دیں۔" شازیہ نے جلدی جلدی کہا۔

"بالکل ٹھیک! پھر ایک کام اور کیوں نہ کریں۔" نعمان بولا۔

"وہ کیا؟" کاشف اور شازیہ نے ایک ساتھ کہا۔

"مہمان کی جیب سے پستول نکال کر کہیں چھپا دیں۔"

"نہیں، میرے خیال میں ہمیں ابھی اس حد تک نہیں جانا چاہیے، البتہ ابا جان کو بتانا ضروری ہے۔"

"تو پھر آؤ۔"

وہ وہاں سے اپنے والد کے کمرے میں پہنچے۔ وہ وہاں نہیں تھے۔ انھوں نے کمرے کے غسل خانے کا رخ کیا۔ غسل خانے کا دروازہ بند نہیں تھا۔ اس کا مطلب تھا کہ وہ وہاں بھی نہیں ہیں۔ اب انھوں نے باورچی خانے کا رخ کیا۔ وہاں ان کی والدہ ناشتا تیار کر رہی تھیں۔

"امی جان! السلام علیکم۔"

"وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ! آؤ بچو! ناشتا بس تھوڑی دیر میں تیار ہوا چاہتا ہے۔ بھوک لگی ہے کیا؟" یہ کہتے ہوئے ان کی والدہ مسکرائیں۔

"جی...... جی نہیں، ابا جان کہاں ہیں؟"

"انھیں تو رات ہی کسی وقت ایک ضروری کام سے جانا پڑ گیا تھا...... شام تک

آئیں گے...... کیوں؟"

"ہمیں ان کے جانے کا پتا ہی نہیں چلا۔" شازیہ نے شکایت بھرے انداز میں کہا۔

"ان کے افسر کا فون آیا تھا۔ کوئی فوری مسئلہ تھا، اس لیے جانا پڑا۔ تم لوگ سو رہے تھے، اس لیے تمھیں نہیں جگایا۔"

"اور مہمان تو۔" شازیہ کے منہ سے نکلا۔

"مہمان کیا؟"

"کیا اس وقت مہمان جاگ رہے تھے۔"

"پتا نہیں...... ظاہر ہے وہ تو سو رہے ہوں گے، لیکن تم ان کے بارے میں کیوں پوچھ رہے ہو؟"

"امی جان! ہم خطرے میں ہیں۔ آپ فوراً موبائل پر ابا جان سے رابطہ کریں۔" کاشف نے دبی آواز میں کہا۔

"کیا مطلب؟" وہ چونکیں۔

اب کاشف نے انھیں ساری تفصیل مختصراً سنا دی۔ ان کی والدہ بھی پریشان ہوگئیں۔ انھوں نے فوراً موبائل پر اپنے خاوند کا نمبر ملایا، لیکن ان کا موبائل بند تھا۔

اب تو وہ پریشان ہوگئیں۔

"ان کا موبائل بند ہے...... خیر ہم شیخ احمد صاحب کو بلا لیتے ہیں۔"

شیخ احمد ان کے پڑوسی تھے اور بہت اچھے پڑوسی تھے۔ دونوں کے گھر ملے ہوئے تھے۔ شیخ احمد اور آصف رشید ایک دوسرے کے دوست بھی تھے۔

"یہ ٹھیک رہے گا۔" نعمان نے جلدی سے کہا۔

"تم جا کر انھیں یہیں لے آؤ۔ مہمان خانے میں بٹھا کر دبی آواز میں انھیں ساری بات بتاؤ۔ میں بھی دروازے سے لگ کر ان کی بات سنوں گی کہ وہ کیا کہتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے امی جان! میں جاتا ہوں۔" نعمان نے کہا اور باورچی خانے سے نکل کر بیرونی دروازے کی طرف چلا۔ پھر جوں ہی وہ دروازے پر پہنچا۔ دھک سے رہ گیا۔ مہمان وہیں کھڑے ٹہل رہے تھے۔

"بھئی نومی......! یہ تمھارے ابا جان کہاں چلے گئے؟"

"ج...... جی انکل! رات کے وقت انھیں ان کے افسر نے بلایا تھا، اب تک لوٹ کر نہیں آئے۔"

"اوہ...... پھر آپ لوگوں نے ان سے رابطہ نہیں کیا؟"

"جی انکل! ان کا موبائل بند ہے۔"

"اوہ اچھا......" انھوں نے کہا۔

نعمان باہر نکلنے لگا، تو وہ بولے:

"کہاں چلے نعمان میاں؟"

"جی...... انکل شیخ کے گھر...... امی کو ان سے کچھ کہنا ہے۔"

"میں اپنے کمرے میں اپنا لاکٹ بھول آیا ہوں۔ پہلے ذرا وہ مجھے اٹھا دیں، آتش دان پر رکھا ہے۔"

"جی...... جی اچھا!"

نہ چاہتے ہوئے بھی وہ مہمان کے کمرے میں داخل ہو گیا۔ لاکٹ اٹھا کر جوں ہی وہ دروازے کی طرف مڑا، اس کا اوپر کا سانس اوپر اور نیچے کا نیچے رہ گیا۔ مہمان ہاتھ میں وہی پستول تھامے کھڑا تھا۔ اس کے چہرے پر ایک شیطانی مسکراہٹ ناچ رہی تھی۔ پستول کی نال کا رخ اس کے سینے کی طرف تھا۔ نعمان کی لرزتی آواز ابھری:

"یہ...... یہ...... یہ کیا...... ان...... انکل!"

"اسے پستول کہتے ہیں بیٹے......!" وہ مسکراتے ہوئے بولے۔ اب سیدھی طرح باورچی خانے میں چلو۔

وہ ان کے آگے چلتا ہوا باورچی خانے میں داخل ہوا۔ وہاں اس کی والدہ، شازیہ اور کاشف تھر تھر کانپ رہے تھے، کیوں کہ وہاں اب ایک اور شخص موجود

تھا۔ ان کی والدہ اور شازیہ نے دوپٹے سے منہ ڈھانپ رکھے تھے۔ ذرا دیر پہلے تک یہ شخص ان کے گھر میں نہیں تھا۔ اس کا مطلب ہے کہ مہمان نے نعمان کو اسی لیے لاکٹ منگانے کے بہانے اندر بھیج دیا تھا۔ دوسرا آدمی پستول تانے کھڑا تھا۔ اس کے چہرے سے سخت دلی ٹپک رہی تھی۔

"جگو......" مہمان نے اپنے ساتھی کو مخاطب کیا۔

"یس باس......!"

"انھیں اندرونی کمرے میں لے چلو۔ موبائل لے لیا ان سے؟"

"یس باس......! بند بھی کر دیا۔" وہ وحشیانہ انداز میں مسکرایا۔

اب انھیں اندرونی کمرے میں لے جایا گیا۔ یہ کمرہ صدر دروازے سے کافی دور تھا۔

"محمد آصف رشید کہاں ہے؟"

"وہ اسٹور میں بندھا پڑا ہے۔"

"کیا!!" چاروں چلا اٹھے۔

"امی جان! یہ کیا...... آپ نے تو بتایا تھا کہ ان کے افسر کا فون آیا تھا اور وہ رات میں کسی وقت چلے گئے تھے۔" کاشف نے پریشانی کے عالم میں کہا۔

"ہاں! ہوا تو یہی تھا۔ مجھے نہیں معلوم پھر کیا ہوا!"

"ہم بتا رہے ہیں...... ان کے افسر کا فون آیا تھا، وہ فون ان کے افسر کا نہیں تھا۔ میں نے ان کے افسر کی آواز میں فون کیا تھا۔"

"انھیں تو فوراً پتا چل جانا چاہیے تھا۔ موبائل کی اسکرین پر آخر فون کرنے والے کا نام آتا ہے، انھیں کیوں پتا نہ چلا کہ فون افسر کا نہیں، کسی اور کا ہے؟" کاشف نے بے تابانہ انداز میں پوچھا۔

"رات کا وقت تھا نا...... اور وہ گہری نیند میں تھے، اس لیے۔"

"آپ کو ایسا کرنے کی کیا ضرورت تھی۔" نعمان نے کہا۔

"انھیں کمرے سے نکالنا تھا۔ ان پر قابو پانا تھا، اس لیے جوں ہی وہ کمرے سے نکلے، میرے ساتھی نے ان کے سر پر وار کر دیا اور وہ بے ہوش ہو گئے۔"

"نن...... نہیں!" مارے خوف کے ان کے منہ سے نکلا۔

"یہ سب آخر کیا چکر ہے......؟ آپ کیا چاہتے ہیں اور اگر آپ درست آدمی نہیں ہیں تو ان کے دوست فہیم کامرانی صاحب نے آپ کو رقعہ کیسے دے دیا؟"

"فہیم کامرانی بھی ہمارا آدمی ہے۔ ہمارے اشارے پر ہی اس نے رقعہ لکھا تھا، تاکہ آپ کے والد کو اطمینان ہو جائے۔ مقصد یہ تھا کہ اس گھر پر ہمارا قبضہ ہو جائے اور ہم اپنے منصوبے پر عمل کر سکیں۔"

"منصوبے پر عمل......! کیا مطلب؟" ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

اسی وقت ان کے والد کو کمرے میں لایا گیا۔ وہ بے ہوش ہی تھے اور زخمی بھی، خون ان کے سر سے بہہ کر ادھر ادھر جم گیا تھا۔

"ابا جان!" ان تینوں کے منہ سے دکھ بھرے انداز میں نکلا۔ ان کی والدہ بھی بے قرار ہو گئیں۔ ان کے منہ سے کوئی لفظ نہ نکل سکا۔ بس وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے ان سب کو دیکھتے رہے۔ شاید انھیں اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آ رہا تھا۔

"آخر یہ سب کیا ہے...... آپ لوگ چاہتے کیا ہیں؟" آصف رشید نے کہا۔

"زیادہ ٹر...... ٹر نہ کرو، ورنہ ہم تمھارا گلا بھی دبا سکتے ہیں...... کہنے کا مطلب یہ کہ ہم آخری حدوں تک جا سکتے ہیں۔"

"نن...... نہیں!" مارے خوف کے ان کے منہ سے نکلا۔

"آپ چاہتے کیا ہیں؟" آصف رشید نے کہا۔

"ہاں! اب آتے ہیں ہم اس سوال کے جواب کی طرف...... مسٹر آصف رشید! ہمیں آپ سے صرف ایک چیز چاہیے۔ ہم وہ چیز لیتے ہی یہاں سے چلے جائیں گے اور یقین کرو، ہم تمھیں اور تمھارے بیوی بچوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچائیں گے، کیوں کہ ہمیں ایسا کرنے سے کوئی فائدہ نہیں۔ ہمارے لیے تم زندہ حالت میں زیادہ مفید ہو۔" یہاں تک کہہ کر وہ خاموش ہو گیا۔

"ٹھیک ہے، تم بتاؤ مجھ سے کیا چاہتے ہو؟"

"فائل نمبر ۱۱۹......" مہمان نے کہا۔

"کیا!" آصف رشید زور سے چلائے۔

چند لمحے تک آصف رشید سکتے کے عالم میں اختر بجنوری کی طرف دیکھتے رہے اور تینوں بچے اور ان کی والدہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے ان کی طرف دیکھتے رہے۔ آخر آصف رشید صاحب نے تھر تھر کانپتی آواز میں کہا:

"نہیں نہیں......! خدا کے لیے مجھ سے وہ فائل نہ لو۔"

"اس فائل میں تم لوگوں کی زندگی بند ہے۔ وہ ہمارے حوالے کر دو۔ ہم تم سب کو کچھ نہیں کہیں گے۔ نہیں دو گے تو تم سب کو گولی مار دیں گے اور فائل تو ہم پھر بھی اس گھر سے برآمد کر ہی لیں گے، لہٰذا تم بلا وجہ اپنی زندگیاں گنواؤ گے...... اور یہ بھی سن لو کہ ہمارے پاس وقت بہت کم ہے۔ ہم زیادہ وقت نہیں دے سکتے۔"

"اچھی بات ہے۔ میں فائل لا دیتا ہوں۔"

"ایسے نہیں، میرا ساتھی جگو تمھارے ساتھ جائے گا، اس کے ہاتھ میں پستول ہوگا۔ اگر تم نے کوئی غلط حرکت کرنے کی کوشش کی تو وہ وہیں تمھیں گولی مار دے گا۔"

"ٹھیک ہے! میں کوئی غلط حرکت نہیں کروں گا۔"

اور پھر وہ جگو کے ساتھ اپنے کمرے میں چلے گئے۔ جلد ہی فائل لیے واپس لوٹ آئے۔ فائل اب جگو کے ہاتھ میں تھی۔ جگو سے اختر بجنوری نے لے لی اور

اسے کھول کر دیکھا۔ پھر اطمینان ہو جانے کے بعد اس نے کہا:

"ٹھیک ہے، اب تم لوگ خود کو بندھوا لو، تاکہ ہم یہاں سے آرام سے فرار ہو سکیں۔ ہمیں خدشہ ہے کہ تم لوگ شور مچا کر ہمارا کیس خراب کر سکتے ہو...... اور بے فکر رہو، تمھیں صرف آدھا گھنٹہ تک بندھا رہنا پڑے گا۔ اس کے بعد ہم تمھارے افسر کو فون کر دیں گے، وہ اپنے ماتحتوں کو یہاں بھیج دیں گے اور تمھیں کھول دیا جائے گا۔ اس کا ایک فائدہ یہ بھی ہوگا کہ فائل چوری ہو جانے کی کہانی پر انھیں یقین کرنے میں دیر نہیں لگے گی۔"

"اچھی بات ہے!"

اور پھر بیگم آصف اور شازیہ کو ایک کمرے میں بند کر دیا گیا اور کاشف، نعمان اور آصف رشید صاحب کو باندھ دیا گیا۔ ان کے ہونٹوں پر بھی پٹی چپکا دی گئی۔ پھر وہ لوگ چلے گئے۔

کوئی ایک گھنٹے بعد انھوں نے گاڑیوں کے آنے کی آوازیں سنیں۔ پھر کچھ آدمی ان کے گھر میں داخل ہوئے۔ یہ سب ان کے محکمے کے لوگ تھے۔ ان میں ان کے افسر بھی تھے۔ افسر کا نام نسیم الطاف تھا۔ ان سب کو کھولا گیا۔ پھر دیر تک ان سے سوالات ہوتے رہے۔ نسیم الطاف اپنی نوٹ بک پر ان کے الفاظ لکھتے رہے۔ آخر جب تمام تفصیلات بیان ہو گئیں تو نسیم الطاف نے کہا:

"ٹھیک ہے آصف رشید صاحب! یہ معاملہ بہت خوفناک ہے، اس کی تحقیقات ہوں گی۔ وہ فائل بہت اہم ہے۔ فرض کیا وہ لوگ دشمن ملک کے تھے۔ اس صورت میں فائل اس ملک کے ہاتھ لگ جائے گی اور پھر یہ معاملہ اور زیادہ خوفناک ہو جائے گا۔ ہمارے کئی منصوبوں کا پتا دشمن کو لگ جائے گا اور غالباً اسی لیے وہ فائل اڑائی گئی ہے۔ حالات بتا رہے ہیں کہ اس کے لیے باقاعدہ منصوبہ بندی کی گئی ہے۔ اب دیکھیں آپ کے بارے میں محکمہ کیا فیصلہ کرتا ہے؟ اچھا میں چلا!"

وہ لوگ تو چلے گئے اور یہ اسی طرح بیٹھے رہ گئے جیسے ان کے جسموں سے جان نکال لی گئی ہو۔ آخر بیگم آصف نے کہا:

"اس طرح بیٹھے رہنے سے کیا ہوگا، آپ اپنے دوست عامر محمود کو فون کریں۔ وہی کچھ مشورہ دے سکتے ہیں۔"

"بیگم! تم نے بالکل ٹھیک مشورہ دیا۔" وہ جلدی سے بولے۔

پھر انھوں نے عامر محمود کا نمبر ملایا۔ عامر محمود شہر کے نامور وکیل تھے اور آصف رشید صاحب کے گہرے دوست بھی۔ وہ فوراً ہی ان کے پاس پہنچ گئے۔

اب آصف رشید نے انھیں سارے حالات سنائے۔ ان کے خاموش ہونے پر عامر محمود کئی منٹ تک سوچ میں گم رہے پھر بولے:

"اس واقعے میں گھماؤ پھراؤ محسوس ہو رہا ہے۔ آپ لوگ کچھ اور بتا سکتے ہیں تو بتائیں۔"

"ایک دو باتیں تو ہم بھی بتا سکتے ہیں۔" کاشف نے بے چینی کے عالم میں کہا۔

"ضرور بتاؤ بیٹا!" عامر محمود اس کی طرف مڑتے ہوئے بولے۔

"مہمان...... یعنی اختر بجنوری کا کردار ہمیں شروع دن سے پراسرار لگ رہا تھا۔ ہم تینوں نے ان کی نگرانی شروع کر دی تھی۔"

"اوہ......اوہ...... بہت خوب! پھر آپ تینوں نے کیا باتیں نوٹ کیں؟"

"ایک بات تو یہ کہ وہ روزانہ بالکل ٹھیک سات بجے نہانے کے لیے جاتے تھے، نہ ایک منٹ ادھر، نہ ادھر۔" کاشف نے بتایا۔

"اس سے ظاہر ہے کہ وہ غسل خانے میں موبائل پر کسی سے بات کرتے ہوں گے۔ نل کھول دیتے ہوں گے، تاکہ اس کے شور میں ان کی باتیں کرنے کی آواز باہر کوئی نہ سن سکے۔"

"بالکل ٹھیک! ضرور یہی بات ہوگی۔" آصف رشید پرجوش انداز میں بولے۔

"ایک دوسری بات! میں نے انھیں باغیچے میں ایک چھوٹا سا گڑھا کھودتے دیکھا تھا اور اس میں انھوں نے کوئی چیز چھپائی تھی۔ ہم گڑھا کھود کر اس چیز کو نکالنے گئے تھے۔ اسی وقت

وہ اباجان کے ساتھ وہاں آ گئے، اس طرح ہم اس چیز کو نکال نہ سکے۔ ہم نے دوسری صبح باغیچے میں جا کر دیکھا تو گڑھا کھدا ہوا تھا اور اس میں چھپائی گئی چیز غائب تھی۔

ایک بات یہ کہ وہ جیب میں پستول رکھتے تھے۔ صبح جب وہ نہانے کے لیے گئے تو ہم نے ان کی جیب کی تلاشی لی تھی۔ ان کے جیب میں پستول تھا۔ شاید وہ ہمیں ایسا کرتے دیکھ رہے تھے۔ اباجان کو انھوں نے رات میں کمرے سے باہر نکلوانے کے لیے ان کے افسر کی آواز میں فون کیا تھا۔"

"کیا مطلب؟" عامر محمود چونکے۔

"اباجان! اپنے کمرے میں سو رہے تھے کہ ان کے موبائل کی گھنٹی بجی۔ انھوں نے فون سنا۔ آواز ان کے افسر کی تھی۔ انھوں نے اباجان کو حکم دیا کہ وہ اسی وقت دفتر آ جائیں، ایک بہت ضروری مسئلہ ہے۔ اباجان تیار ہو کر گھر سے نکلے تو ان کے سر پر کوئی چیز ماردی گئی اور وہ لوگ انھیں واپس گھر لے آئے۔ دراصل ان کا پروگرام زیادہ زور سے چوٹ مارنے کا نہیں تھا۔ وہ رات میں ہی فائل حاصل کر لینا چاہتے تھے، لیکن چوٹ زیادہ آ جانے کی وجہ سے یہ جلد ہوش میں نہ آ سکے، اس لیے انھوں نے اپنا پروگرام صبح مکمل کرنے کا پروگرام بنایا۔ بس انکل! یہ ہے کہانی۔"

"ہوں! اس گڑھے میں غالباً وہ اپنا پستول چھپانا چاہتا تھا۔ پلاسٹک بیگ میں رکھ کر...... اور ضرورت کے وقت نکال لیتا، لیکن جب اس نے دیکھا کہ تم تینوں اس پر شک کر رہے ہو تو پھر اس نے اپنے منصوبے پر فوری طور پر عمل کرنے کی سوچی،

ورنہ پہلے وہ اس قدر جلدی کرنے کے موڈ میں نہیں تھا۔" عامر محمود نے خیال ظاہر کیا۔

"سوال یہ ہے کہ اب کیا ہوگا؟"

"آپ اپنے موبائل میں دیکھیں۔ وہ فون کس نمبر سے کیا گیا تھا؟"

"اوہ! ہاں......! واقعی!" آصف رشید نے چونک کر کہا۔

پھر انھوں نے موبائل آن کیا اور وہ نمبر تک پہنچے جس سے فون کیا گیا تھا۔ پھر وہ زور سے اچھلے۔ ان کے منہ سے نکلا:

"ارے! یہ کیا!"

"کیا بات ہے؟"

"یہ...... یہ نمبر تو میرے افسر ہی کا ہے۔" اس کا مطلب ہے کہ کسی نے آواز بدل کر وہ فون نہیں کیا تھا، بل کہ خود افسر نے کیا تھا۔"

"ارے باپ رے...... اس کا کیا مطلب ہوا؟"

"اس کا صاف مطلب ہے...... اصل مجرم آپ کے افسر ہیں۔ یہ ہمارے پاس ثبوت موجود ہے، لیکن ابھی اس بات کو راز رکھنا ہوگا۔ میں اپنے ایک ساتھی کے ذریعے ان کی نگرانی شروع کراتا ہوں۔ ایک دو دن میں صورت حال سامنے آجائے گی۔"

"بہت خوب......! یہ ہوئی نا بات!" آصف رشید نے خوش ہو کر کہا۔ ان کے چہرے پر رونق واپس آتی جا رہی تھی۔

تین دن بعد عامر محمود ان کے گھر آئے تو ان کے چہرے پر جوش ہی جوش تھا۔

"آپ لوگوں نے مجھے ایک بات نہیں بتائی تھی۔ اس کا پتا مجھے فہیم کامرانی سے چلا۔ اخبارات میں یہ واقعہ شائع ہوا ہے۔ فہیم کامرانی نے بھی پڑھا ہوگا۔ وہ میرے بھی دوست ہیں۔ انھوں نے مجھے فون پر بتایا کہ اختر بجنوری کی سفارش کرنے پر انھیں افسوس ہے۔ انھیں اس کے منصوبے کا قطعاً کوئی علم نہیں تھا، اسی لیے انھوں نے رقعہ لکھ دیا تھا۔ انھوں نے بتایا ہے کہ یہ شخص زبردستی ان کا دوست بنا تھا۔"

"آپ کا مطلب ہے...... بیرون ملک میں؟"

"ہاں! وہ صرف رقعہ لینے کے لیے وہاں گیا تھا اور یہ ساری منصوبہ بندی آصف رشید صاحب! آپ کے افسر کی تھی۔ ان کے گھر میں اس حلیے کے لوگ بطور ملازم موجود ہیں جو حلیے آپ لوگوں نے مہمان کے
ساتھیوں کے بتائے ہیں۔"

"اوہ...... اوہ!"

"اور ان لوگوں کو گرفتار کر لیا گیا ہے۔ انھوں نے ساری کہانی اگل دی ہے۔ آپ کے افسر دراصل آپ کو ملازمت سے نکلوا دینا چاہتے تھے، اس لیے انھوں نے فائل خود آپ کو دی کہ یہ گھر لے جائیں، اسے مکمل کریں اور ادھر اسے اڑانے کے لیے اپنے آدمی یہاں بھیج دیے۔ اب یہ بھی سن لیں کہ آپ کے افسر آپ کو کیوں فارغ کرانا چاہتے تھے؟"

Scanned by CamScanner

"جلدی بتائیں...... مارے تجسس کے ہم سب کا برا حال ہے۔"

"وہ ہمارے دشمن ملک کے لیے کام کر رہے ہیں، جب کہ آپ محب وطن ہیں۔ آپ کی وجہ سے وہ آسانی سے اپنی سازشوں میں کام یاب نہیں ہو پاتے تھے، انھیں بار بار رکاوٹ پیش آتی تھی۔"

"اور...... یہ سب باتیں آپ کو کس نے بتائیں؟"

"آپ کے افسر کو گرفتار کیا جا چکا ہے۔ وہ یہ سب باتیں اگل چکے ہیں۔"

"اوہ...... اوہ...... یہ سب حالات حیرت انگیز ہیں اور میں سوچ رہا ہوں کہ اگر میرے تینوں بچے اس قدر ذہین نہ ہوتے تو اس پر شک نہ کر سکتے اور ہم آپ کو وہ سب باتیں نہ بتا سکتے، جن کو بتا کر آپ اصل مجرم تک پہنچنے میں کام یاب ہوئے ہیں۔"

"اس میں شک نہیں...... اصل کارنامہ انھی تینوں نے انجام دیا ہے۔"

"لیکن انکل! ان لوگوں نے منصوبہ تو اس قدر زبردست بنایا تھا۔ پھر انھوں نے موبائل ابا جان کے پاس کیوں رہنے دیا؟"

"ہاں! یہ بات میں نے ان سے پوچھی تو ان کے افسر نے بتایا ہے کہ اس نے اختر بجنوری کو یہ ہدایت خاص طور پر دی تھی کہ موبائل آصف رشید صاحب کے پاس ہرگز نہ چھوڑنا۔ وہ ایسا کرنا بھول گیا اور یہی بھیانک غلطی اسے لے بیٹھی۔"

"بھیانک غلطی!" ان سب کے منہ سے بے ساختہ نکلا۔

"ہاں اور کیا...... ہم اور کیا کہیں گے بھلا......!"

"اب ایک بات اور...... باغیچے میں آپ نے اختر بجنوری کو کاغذات کیسے لا کر دیے تھے؟" کاشف نے پوچھا۔

ٹہلتے ٹہلتے وہ کہنے لگے:

"آصف صاحب! ذرا میرے کمرے میں میز پر رکھے کاغذات تو اٹھا لائیں۔ وہ میرے کاروباری کاغذات ہیں۔ مجھے اچانک ایک بات یاد آئی ہے، لہٰذا ان کو دیکھنا چاہتا ہوں اور پھر غالباً وہ اس وقفے میں گڑھے سے پستول نکالنا چاہتے تھے۔"

"اوہ! اب بات سمجھ میں آئی۔ ہم اگرچہ کھڑکی سے دیکھ رہے تھے۔ انھوں نے کمر ہماری طرف کر کے گڑھے سے پستول نکال لیا ہوگا۔"

"بالکل ایسا ہی ہے۔"

"یا اللہ! تیرا شکر ہے!"

وہ ایک ساتھ بولے اور پھر ان کے چہروں پر مسکراہٹیں پھیل گئیں۔



خوش خبری

الحمدللہ! بچوں کے لیے ایک نئی کتاب "حکایت بنی کہانی" لکھی گئی ہے جس کے

بارے میں محترم اشتیاق احمد صاحب "دو باتیں" لکھتے ہیں:

"شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ ایک مشہور شخصیت ہیں...... ان کی حکایات بہت مشہور ہیں...... ان حکایات میں حکمت کی حیران کن باتیں ملتی ہیں...... اور جب ان حکایات کو کہانی کے انداز میں بیان کیا جائے تو وہ اور زیادہ دلچسپ لگتی ہیں...... خاص طور پر یہ کہانیاں بچوں میں دُور اندیشی پیدا کرنے کا کام بخوبی انجام دیں گی .... اِن شَاءَ اللّٰہ تَعَالیٰ"

مکمل "دو باتیں" پڑھنے کے لیے دیکھیے! ...... کتاب "حکایت بنی کہانی"۔

"اِن شَاءَ اللّٰہ تَعَالیٰ" عن قریب منظرِ عام پر۔

شائع کردہ:۔ مکتبہ ذوق وشوق۔ کراچی

اسٹاکسٹ:۔ مکتبہ بیت العلم۔ کراچی، لاہور



نیشنل بک فاؤنڈیشن سے سند یافتہ

سچ...... محبت...... حلال...... عاجزی...... رشک...... ایمانداری......

بمقابلہ

جھوٹ...... نفرت...... حرام...... گھمنڈ...... حسد...... بے ایمانی......

فتح کس کی ہوئی

پڑھیے! نیکی کی کہانی میں

نذیر انبالوی

مکتبہ ذوق وشوق۔ کراچی

اسٹاکسٹ مکتبہ بیت العلم

فدا منزل، نزد مقدس مسجد، اردو بازار، کراچی

فون:92-21-34976073,32726509 موبائل:03218213802



ماہنامہ "ذوق وشوق" کراچی

ہم سب کی چاہت ہے کہ ہمارے...... بچوں اور بچیوں...... کی اچھی تربیت ہو جائے

اس مقصد کے حصول کے پیش نظر مفتی اعظم پاکستان

''حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب دام مجدہم''...... کی زیر سرپرستی بچوں کے لیے ایک ماہنامہ...... ''ذوق وشوق'' کے نام سے شائع ہو رہا ہے۔ جو بچوں کو والدین ...... اور اساتذہ کا ادب...... مدرسہ...... اور اسکول کی پابندی سکھاتا ہے...... بچوں کو بُرے دوستوں سے بچنے کی ترغیب......

اور بچیوں کو...... حیا...... پاک دامنی...... کا درس دینے والا ہے......

قدم بڑھائیے...... ! بچوں کی تربیت کی ذمہ داری کو پورا کرنے کی فکر کیجیے......

اپنے خاندان اور محلے کے ہر بچے...... بچی تک ہدایت کی نیت سے......

یہ رسالہ...... پہنچائیے...... اور نیکی کے اس سفر میں ہمارے معاون بن جائیے۔

اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ (آمین)

آج ہی اپنے ہاکر یا بک اسٹال سے ''ذوق وشوق'' طلب فرمائیے اور دوسروں تک پہنچائیے

یا چاہیں تو ہم سے رابطہ کر کے سالانہ لگوا کر گھر بیٹھے ہی ہر ماہ کا تازہ شمارہ حاصل کیجیے۔

دو باتیں

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہ !

عجیب رجحان چل نکلا ہے...... اور یہ عجیب رجحان "دو باتیں" کا ہے۔
مجھے اگر معلوم ہوتا کہ نوبت یہاں تک پہنچ جائے گی تو شاید اپنی کتابوں پر یہ "دو باتیں" کا دُم چھلّہ نہ لگاتا، لیکن اب تو لگ گیا ہے، اب کیا ہو سکتا ہے...... یار لوگ کہاں چھوڑنے والے ہیں......

ماہ نامہ "ذوق وشوق" میں شائع ہونے والے ناولوں:

① انوکھا کارڈ ② دوسری ہولی ③ انجانی طاقت ④ پُراسرار مہمان

کو اب یہ حضرات کتابی شکل میں شائع کر رہے ہیں۔
اب آپ ان ناولوں کو ایک ہی نشست میں پڑھ سکیں گے...... پراسرار مہمان یوں تو اچھا نہیں لگتا، لیکن اگر کسی جاسوسی ناول کا موضوع بن جائے تو کیا ہی بات ہے...... جاسوسی ناولوں کی اپنی ایک الگ دنیا ہوتی ہے...... ناول آپ کو بھی اپنے ساتھ اپنی دنیا میں لے جاتا ہے...... اور وہ دنیا ہے...... حیرت...... سسپنس اور دل چسپی کی دنیا...... ساتھ میں اگر کوئی دینی پہلو مل جائے، اصلاحی اور معاشرتی پہلو بھی نظر آ جائے تو ہم اسے سونے پہ سُہاگہ ہی کہیں گے...... تو آیئے یہ ناول...... پڑھتے ہیں...... کہ اس وقت کا تقاضا بھی یہی ہے......

فقط

والسلام

اسٹاکسٹ: مکتبہ بیت العلم

فدا منزل، نزد مقدس مسجد، اُردو بازار کراچی۔

فون نمبر: 92+21-32726509، موبائل نمبر: 0322-2583199

ای میل: mbikhi.pk@gmail.com، ویب سائٹ: www.mbi.com.pk